انٹرنیٹ ایڈیشن

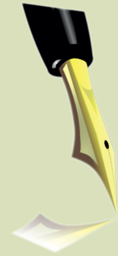
مجلہ

افکارِ قاسمی

جولائی ۔تا۔ ستمبر ۲۰۱۸ء

زیر نگرانی

مولانا کلیم احمد قاسمی



مُدِیر اعزازی

ناصر الدین مظاہری

معاون مُدیر

محمد داود الرحمن علی

پیشکش

الغزالی اُردو فورم www.algazali.org



مجلہ

افکارِ قاسمی

جولائی - تا - ستمبر ۲۰۱۸ء



زیر سرپرستی

مولانا مبارک علی مظاہری

زیر نگرانی

مولانا کلیم احمد قاسمی

مدیر اعزازی

ناصر الدین مظاہری

معاون مدیر

محمد داود الرحمن علی

- دینی، علمی، اصلاحی، کمپوزشدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہیں ہوں گے۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- تمام کمپوزشدہ مضامین صرف بذریعہ ای میل ارسال کریں۔
- ہر شمارہ ڈاؤنلوڈ کرکے محفوظ کرلیں ای میل سے نہیں بھیجا جائے گا۔

پیشکش

الغزالی اردو فورم www.algazali.org

آئینۂ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنا وجود ثابت کیجئے......!

(اداریہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تیری قوم میں سے چالیس ہزار اچھے لوگوں کو اور ساٹھ ہزار برے لوگوں کو ہلاک کروں گا، انہوں نے عرض کیا یا اللہ! برے تو برے ہیں نیک لوگوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ انہوں نے میرے لئے کبھی غصہ نہیں دکھایا بلکہ بروں کے ساتھ ہم نوالہ وہم پیالہ بنے رہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بھلائی کے پھیلنے کا اور برائی کو روکنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو برائی کے پھیلنے اور بھلائی کی رکاوٹ کا ذریعہ ہوتے ہیں سو مبارک ہے ان لوگوں کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خیر کے پھیلنے کا ذریعہ بنایا اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو برائی کے پھیلانے پر کمر بستہ ہوگئے۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ بدترین لوگ کون ہیں؟ فرمایا: علماء، جب وہ بگڑ جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

''درخت تو بہت ہوتے ہیں مگر سبھی پھلدار نہیں ہوتے اور علماء بھی بہت ہوتے ہیں مگر سبھی صاحب رشد وہدایت نہیں ہوتے، پھل بھی بہت ہوتے ہیں مگر سبھی اچھے اور عمدہ نہیں ہوتے اور علوم بھی بکثرت ہیں مگر سبھی نافع نہیں ہوتے''۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ

''اس اندھے کو کیا فائدہ جو چراغ اٹھائے ہوئے ہو اور لوگ اس سے روشنی پاتے ہوں اور اس تاریک گھر کو کیا نفع جس کی چھت پر چراغ رکھا ہوا ہے اور تمہیں اس حکمت ودانائی کے کلام سے کیا فائدہ جس پر عمل نہیں کرتے''۔

عارف شیراز نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

’’عالم ناپرہیز گار کور مشعلہ دار است ’’یُھْدیٰ بہ وھُو لایَھْتَدِی ‘‘ ناپرہیز گار عالم اندھے مشعل بردار کے مانند ہے جس سے ہدایت تو حاصل کی جاتی ہے مگر وہ خود راستہ نہیں پا سکتا۔

علماء کرام اپنی ذمہ داریوں اور فرائض منصبی پر اپنی توجہ مرکوز کریں، جائزہ لیتے رہیں کہ ان کی صلاحیتیں اور لیاقتیں ملت اسلامیہ کیلئے کس حد تک کارآمد ہو رہی ہیں؟ کیا دینی دعوتی اور اصلاحی میدان میں وہ اس معیار پر کام کر رہے ہیں جس کی قوم ان سے امیدوار ہے اور اپنا بیش قیمتی تعاون کرنے میں دریغ نہیں کرتی؟

دینی مدارس پاور ہاؤس ہیں اس لئے مستقل ایسے شعبہ جات قائم کرنا از حد ضروری ہے جن کے ذریعہ افراد سازی کی کوششیں بارآور ہوسکیں۔قوم اپنا کام پورے طور پر کر رہی ہے لیکن اہل مدارس قوم کو نہ تو مخلص علماء دے رہے ہیں، نہ داعیان، نہ بے لوث مقررین دے رہے ہیں نہ ادیب ، نہ اچھے مدرس بن رہے ہیں نہ شاندار قراء، نہ محدثین تیار ہو رہے ہیں نہ مفسرین ......حالانکہ تمام مدارس اسلام کی بقا اور تشخص کے لئے وجود میں آئے ہیں اور اسلام کی بقاء کے لئے سچے اچھے، مخلص اور جاں نثار علماء از بس ضروری ہیں۔

☆☆☆

تو پھر آپ کی روح کمزور ہے؟

پیش کش: محمد ارفع

نماز میں کاہلی:

آٹھ آٹھ گھنٹے آپ دھوپ گرمی سردی، دن یا رات، دفتر یا بازار میں، کھیت میں یا صحرا میں محنت مشقت کر رہے ہوں مگر آپ سے چند منٹ کی ہلکی سی محنت کے ساتھ چند رکعات نماز نہ پڑھی جائے تو سمجھ لیں کہ آپ کا جسم تو مضبوط ہے البتہ روح کمزور ہے۔

تعاون میں کوتاہی:

دولت کی اچھی خاصی رقم بھی ہو، ارد گرد غریب و مستحق رشتہ دار بھی ہوں، بستی میں خود آپ کی نظر دماغ دل کی گواہی کے مطابق نادار لوگ بھی ہوں مگر آپ صاحبِ مال ہوتے ہوئے بھی کچھ خرچ نہ کریں یا پھر اونٹ کے منہ میں زیرہ جتنا خرچ کر کے خود کو مطمئن کر لیں تو سمجھ لیں کہ آپ کی تجوری تو مضبوط ہے مگر روح کمزور ہے۔

حج وعمرہ میں کاہلی:

اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، اگر بے حساب نہیں تو بہت کچھ ضرور دیا ہے مگر آپ دس دس دن مسوری وِنینی تال، دارجلنگ و گووا کی، پندرہ پندرہ دن دبئی و سوئزرلینڈ کی اور مہینہ مہینہ یورپ کی سیر تو کرتے ہیں مگر آپ سے حج وعمرہ نہیں ہوتا تو سمجھ لیں کہ لوگوں سے آپ کے تعلقات تو مضبوط ہیں مگر روح پیدا کرنے والے رب سے اور اس کی پیدا فرمودہ روح سے آپ کا تعلق کمزور ہے۔

قبر کا خوف:

قبرستان کے پاس سے گزریں تو قبر کا خوف نہ ستائے، یا قبر والوں کا حق دینا آپ کو اہم نہ لگے، یا قبروں کی مٹی آپ کو محض مٹی کا ڈھیر لگے، روزانہ کے اٹھتے جنازے آپ کو غمگین نہ کریں، قبر کی تنہائی میں ڈالا جانا بے چین نہ کرے تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

منکر پر نکیر میں کوتاہی:

آپ کی محفل میں کسی کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہو اور اس زیادتی کو روکنے کیلئے آپ کا کسی نہ کسی درجے میں بس بھی چلتا ہو مگر آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

غریب کے معاملہ میں کوتاہی:

صاحبِ عہدہ یا صاحبِ مال چودھری آدھی آدھی رات کو فضول کام کے لیے بلائے تو آپ دوڑتے ہوئے جائیں مگر مجبور، لاچار اور بے بس انسان خود آپ کے دروازے پر چل کر آئے اور آپ اس کی بات سننے کیلئے خود اپنے دروازے تک نہ آئیں تو سمجھ لیں کی آپ کی روح کمزور ہے۔

تلاوت قرآن میں کوتاہی:

روزانہ گھنٹوں ڈائجسٹ پڑھ سکیں، فلم بینی کر سکیں، گیمز کھیل سکیں، مگر قرآن کی ایک آیت کا مطالعہ نہ کر سکیں تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

رسم و رواج میں دلچسپی:

حلال کاروبار سے روزانہ ہزاروں کما کر، دوستوں کی مجلس میں روزانہ سینکڑوں لگا کر، رسم و رواج میں لاکھوں لگا دیں اور کسی غریب کو دو وقت کی دال روٹی بھی نہ دے سکیں تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

صحبت صالحین میں کوتاہی:

دین سے محبت نہ ہو، دیندار کی عزت نہ ہو، نیکی پہ استوار اولاد کی تربیت نہ ہو، بود و باش مسلمانی نا ہو، نیکوں کی صحبت میں دلچسپی نہ ہو تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

خود بینی و خود نمائی:

خود کو مال کے ساتھ اعلیٰ سمجھیں، غریب کو گندگی کا نالہ سمجھیں، تکبر زدوں کو خود کا ہم پیالہ سمجھیں، روزِ حساب سے خود کو بالا سمجھیں، تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

قصورِ فہم:

جب جھوٹ بطورِ عادت بولا جاتا ہو، ناچ گانے مستی میں وقت گزر جاتا ہو، موسیقی کو روح کی غذا

سمجھا جاتا ہو، اذان کو آوازِ بلا سمجھا جاتا ہو، بے دینی کو اقدارِ حیاء سمجھا جاتا ہو، حق بات کو ناروا سمجھا جاتا ہو......تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

خدافراموشی:

حق دار کمزور کے خلاف آپ کی گواہی ہو، ظالم یا ناحق دار کے ساتھ آپ کی ساز باز ہو، سادہ لوح کو لوٹ کر طبیعت ہشاش بشاش ہو، خدا کو بھول کر آپ کی نیند جب آپ کو راس آتی ہو تو سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

تو پھر سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے:

نیکی ہمیشہ سے روح کی غذا ہے، بات یہ عام فہم اور سادہ ہے، پھر آپ کی سوچ کیوں جدا ہے؟ کیا خدا کے سوا آپ کا کوئی دوسرا خدا ہے؟

بات اگر یہی ہے: تو پھر سمجھ لیں کہ آپ کی روح کمزور ہے۔

☆☆☆

دینی مدارس کی افادیت واہمیت

(ماخوذ)

یہ ہوتا آیا ہے، مخلصین اور دین ملت کے لیے تڑپنے اور بے کل رہنے والوں اوراس کی فکر میں جلنے، پگھلنے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری کرنے والوں کی تعداد کم ہی رہی ہے۔ انھی سے نورِنبوت کی کرنیں پھوٹتی اور پھیلتی رہی ہیں اور دنیا میں پھیلے ہوئے ابلیسی نظام نے انھی مردان خدا کو اصل خطرہ جانا ہے، جو شکست کو فتح سے بدلنے، ہاری ہوئی بازی کو جیتنے اور ڈوبتی ہوئی کشتی کو تیرانے کی اہلیت اور ہمت رکھتے ہیں۔

غور کیا جائے تو صاف محسوس ہوگا کہ دین اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے ہر فتنہ کے بعد مسلم عوام میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور غیروں میں اسلامی تعلیمات پر غور وفکر اور معلومات وتجسس کا جذبہ کام کرنے لگتا ہے اور وہ اسلامیات کا مطالعہ کرنے لگتے ہیں اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں بہت سے خوش نصیب اسلام کی آغوش میں آجاتے ہیں اور یہ بات قریباً دنیا کے تمام ملکوں میں پائی جارہی ہے، جس کو میڈیا نمایاں نہیں کرتا ہے، اس کو صرف کسی مسلمان کی معمولی، بلکہ فرضی غلطی کو نمایاں کر کے پیش کرنے سے دلچسپی رہتی ہے، کیا یہ حقیقت جھٹلائی جاسکتی ہے کہ وہی اندلس جہاں اقبال مرحوم نے بڑے درد سے کہا تھا: ''آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری زمیں بے اذاں''

اب اسی اندلس میں اذان بھی ہونے لگی ہے۔ وہاں پہنچنے والے مسلمان جمعہ اور جماعت کا بھی نظام قائم کرنے لگے ہیں، امریکا جہاں سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں، اس کے نتیجے میں اسلام کے بارے میں معلومات کے جذبات ابھرتے ہیں، پھر اس کا مطالعہ اور حقیقت تک پہنچنے کے بعد بہت سے خوش نصیب ایمان لاتے ہیں۔

اس میں ہمارے ان مدارس ومکاتب کا بڑا دخل ہے جن پر تنقید ہوتی رہتی ہے، ان مدارس کو چلانے والے مخلصین اور بہی خواہان دین وملت تنکے تنکے جمع کر کے اس ماحول میں جہاں تعلیم مہنگی سے مہنگی ہوتی جارہی ہے، طلبا کے لیے نہ صرف یہ کہ مفت تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، بلکہ نادار طلبا کے کھانے کا بھی انتظام کرتے ہیں اور خاص حالات میں ان کی دیگر ضروریات کا بھی خیال رکھتے ہیں، کتابیں تک مفت

مہیا کی جاتی ہیں، پھر انہی طلبا میں سے اچھی خاص تعداد ایسی نکلتی ہے، جو دعوت واصلاح کے کام میں لگ جاتے ہیں، ایک معتد بہ تعداد مدارس میں تعلیم وتربیت کا کام انجام دیتی ہے، ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنے علاقہ کی بنجر زمین میں عقیدۂ توحید اور دین وایمان کا بیج بوتے ہیں، ایسے بھی ہوتے ہیں، جو دوسرے کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں پہنچ کر اسلامی شناخت کو باقی رکھنے میں بڑا کردار ادا کرتے ہیں، اگر ان کی ظاہری وضع قطع میں اہل دین کی نظروں میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے دلوں میں دینی جذبات واحساسات موج زن رہتے ہیں، ان میں وہ جواں مرد بھی ہوتے ہیں جو دوسرے ملکوں میں دین وایمان کی قندیل روشن کرتے ہیں، اسلام کا تعارف کراتے ہیں۔

کم سے کم درجہ ہوتا ہے کہ مدارس میں آنے والے کا ایمان وعقیدہ محفوظ ہو جاتا ہے جو عمر کے کسی دور میں شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھتا ہے، ایسا بہت کم ہوتا ہے، بلکہ شاذ ونادر یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ کوئی جدید افکار ونظریات کا شکار ہو کر الحادو دہریت کی راہ اپنالے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات میں جو صاحبان اپنے خیالات ومشوروں سے اہل مدارس کو نوازنے کی فکر پیش کرتے ہیں، یا یہ کہوں کہ نوجوانانِ ملت کے بارے میں اپنی فکر وہم دردی کا اظہار کرتے ہیں، ہمیں ان سے کوئی شکایت نہیں، اس لیے کہ یہ انسانی فطرت ہے، وہ جس ماحول میں رہتا ہے، اسی دائرہ میں اس کا علم وفکر بھی اپنا کام کرتا ہے اور اسی کا اظہار کرتا ہے۔ مدارس کی افادیت واہمیت کو وہی بندگانِ خدا زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں جو اپنے خونِ جگر سے پوری انسانیت کو زندگی کا صحیح رخ دینا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں جو انصاف پسند اہل علم حضرات اسلام کی تاریخ اصلاح ودعوت اور تجدید دین کی جانفشانیوں کا مطالعہ کریں گے، ان کو صاف معلوم ہوگا کہ روئے زمین پر اس وقت انسانیت کا جو بچا کھچا سرمایہ نظر آرہا ہے، وہ انہیں حضرات کا کارنامہ ہے، ورنہ تاریخ اسلام میں جو انقلابات آئے ہیں، وہ اس کی رہی سہی طاقت ختم کر دیتے اور اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح تحریف وغلو کا شکار ہو چکا ہوتا ہے، ہم زیادہ تفصیل میں نہ جا کر صرف اتنی ہی عرض کریں گے کہ دورِ اکبری میں اگر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت نے اپنا حکیمانہ رول ادا نہ کیا ہوتا تو آج یہاں اسلام کا کیا حال ہوتا؟ پھر اس سرمایہ کی حفاظت خانوادہ وسلسلہ ولی اللّٰہی نے جس طرح کی، اس سے کون انصاف پسند صاحب علم انکار کرسکتا ہے اور یہی سلسلہ اب تک جاری ہے۔

ایک اور پہلو سے غور فرمایا جائے کہ اسلام صرف مسجد اور اذکار تک محدود نہیں ہے، اس لیے زندگی

کے دوسرے شعبوں میں، پیدائش سے لے کر موت کے مسائل میں، راہ نمائی کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد، خرید وفروخت، گھریلو مسائل، اولاد کی تعلیم وتربیت، ملنے جلنے اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے، نمازیوں کی امامت اور ان کو روزہ مرہ کے مسائل سے کون واقف کراتا ہے؟ اگر یہ نہ ہو تو کیا قومی نام کے علاوہ مسلمانوں میں کوئی اسلامی بات پائی جاسکتی ہے؟ جو اصل مقصد زندگی ہے۔

انہی حقائق کے پیش نظر علامہ اقبالؒ اپنے اشعار میں اہل مدارس وموجودہ دانش وروں کی طرح مشورہ دینے اور ان میں مزید زندگی پیدا کرنے، زور دینے کے باوجود ایک مرحلہ میں یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ''ان مدارس کو کچھ نہ کہو، اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو ہندوستان اندلس بن چکا ہوتا۔''

خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو ان دینی مدارس ومکاتب کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، ہم اگر دینی زبان و پیمانہ کی روشنی میں ان حضرات کے اس انفاق **فی سبیل اللّٰہ** کے اخروی اجر وثواب کے ذخیرہ کا حساب لگانا چاہیں تو بڑے سے بڑا ریاضی داں اس کا حساب نہیں لگا سکتا ہے۔

مدارس اور علماء کا منصب یہی ہے کہ وہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں رہنے والے مسلمانوں کی صحیح راہ نمائی کریں کہ وہ جاہ ومنصب اور کاروبار کے اندر مال کی فراوانی میں پڑ کر خدا فراموشی کا شکار ہو کر ابدی زندگی سے غافل نہ ہو جائیں، جس کا انجام نہایت بھیانک ہے، یہ بہت فکر کی بات ہے کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کا ایک بڑا طبقہ اپنی ساری صلاحیتوں، علوم وافکار اور حصولِ زر کی فکر میں اتنا ڈوب جاتا ہے کہ روح وقلب کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتا، جو حاصل زندگی ہے۔

نہیں جاتی کہاں تک فکر انسانی نہیں جاتی
مگر اپنی حقیقت آپ پہچانی نہیں جاتی

☆☆☆

نئی نسل

علامہ اقبالؒ

آج کے نوجوان تشنہ لب ہیں، ان کے دل کا پیالہ شراب عشق سے خالی ہے، چہرے دھلے دھلائے، صاف ستھرے (فیشن کے دل دادہ) مگر جان اندھیروں میں گھری ہوئی ہے، (ایمان کی شمع فروزاں گل ہوچکی ہے)، (بس علوم مغربی سے) دماغ روشن ہیں، نہ (زندگی کے مسائل پر) ان کی نظر ہے، نہ (حقائق کے متعلق انہیں) یقین حاصل ہے، نہ (مستقبل کے بارے میں انہیں کچھ) امید ہے، انہوں نے دنیا میں آنکھ کھول کر کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ ان نا اہلوں کی حالت یہ ہے کہ اپنی خودی سے تو انکار کرتے ہیں اور غیروں پر ایمان لائے ہوئے ہیں (جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ) بت خانہ تعمیر کرنے والا معمار ان کی مٹی سے بنی ہوئی اینٹوں کو اپنی عمارت میں لگا رہا ہے (اغیار اپنی ترقی کے لیے انہیں استعمال کرتے ہیں) ہماری درسگاہوں کو (جن میں یہ نوجوان تعلیم پاتے ہیں) اپنی منزل مقصود ہی کا پتا نہیں اور ان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے (اور حقیقی مقصد کی طرف انہیں) متوجہ کرنے کا کوئی راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ ان درسگاہوں نے نوجوانوں کے دلوں سے فطرت کے نور کو بالکل دھو دیا ہے، ان میں سے ایک طالبعلم بھی ایسا نہیں نکلا جسے (گلشن اسلام کا) گل رعنا کہا جا سکے۔ ہمارا معمار پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دیتا ہے، ہمارے معلمین ابتدا ہی سے شاہین کے بچوں میں بطخوں کی عادتیں پیدا کرتے ہیں۔ علم جب تک زندگی سے سوز و ساز حاصل نہ کرے، اس وقت تک طالب علم کا دل اپنے افکار سے لذت اندوز نہیں ہوسکتا۔ تجھے اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے جو مدارج عالیہ عطا کیے گئے ہیں ان کی تشریح و تفصیل ہی کا نام علم ہے، فطرت کی جو نشانیاں تجھے دی گئی ہیں علم ان کی تفسیر کے سوا اور کیا ہے؟ تجھے پہلے اپنے وجود کو محسوسات کی آگ میں تپانا چاہیے اس کے بعد کہیں تو یہ سمجھ سکے گا کہ تیری چاندی (اسلامی تہذیب) اور غیروں کے تانبے (مغربی تہذیب) میں کیا فرق ہے۔ حقیقت کا علم سب سے پہلے حواس ظاہری کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کا آخری درجہ حضور قلب سے میسر آتا ہے، معرفت حق کا یہ اعلیٰ مقام شعور میں نہیں سما سکتا، اس سے ماورا ہوتا ہے۔

سو کتابیں ماہرین علوم وفنون سے پڑھنے کے بعد تجھے جو علم حاصل ہوگا، اس سے وہ سبق بہتر ہے جو

کسی بزرگ کے فیضان صحبت سے لیا جائے، بزرگوں کی نظر سے جو شراب ٹپکتی ہے اس سے ہر شخص اپنے مخصوص انداز میں مست وسرشار ہوتا ہے۔ صبح کی ہوا جب چلتی ہے تو چراغ گل ہو جاتا ہے مگر اسی ہوا سے لالہ اپنے پیالے میں شراب انڈیل دیتا ہے۔ (سرخ ہو کر دمکنے لگتا ہے)۔ (اگر اہل نظر کی ہدایت چاہتا ہے تو) کم کھا، کم سو اور بولنا بھی کم کر دے، پرکار کی طرح خود اپنی شخصیت کے گرد چکر کاٹ تارہ (تمام تر توجہ اپنی خودی پر مبذول کر دے) ملا کے نزدیک خدا کا منکر کافر ہے اور میرے نزدیک جو اپنی خودی کا منکر ہو زیادہ بڑا کافر ہے۔ خدا کے وجود سے انکار کرنے والا تو صرف حد درجہ جلد بازی کا مجرم ٹھہرے گا مگر جس نے خودی سے انکار کر دیا وہ تو حد درجہ جلد باز بھی ہے اور بڑا ظالم اور بڑا جاہل بھی۔ اخلاص کا طریقہ بڑی مضبوطی سے اختیار کر، بادشاہوں اور امیروں کا خوف دل سے نکال دے، قہر ہو یا رضا، دونوں صورتوں میں عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ مفلسی اور امیری، دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہ۔ اگر کسی حکم کی تعمیل مشکل ہے تو اس کے لیے تاویلیں تلاش نہ کر، اپنے ضمیر کی روشنی کے سوا کسی اور قندیل کی روشنی کا جویا نہ ہو، جانوں کا تحفظ مسلسل و بے حساب ذکر وفکر سے کام لیا جائے، زمین وآسمان پر حکومت کرنے کی بس یہی صورت ہے کہ جان اور جسم کی حفاظت مذکورہ بالا اصول پر کی جائے۔ سفر کا مقصود تو یہ ہوتا ہے کہ گھومنے پھرنے کی لذت حاصل ہو، اگر تیری نظر اڑتے وقت بھی اپنے آشیانہ پر لگی ہوئی ہے تو پرواز ہی کیوں کرتا ہے؟ (سکون چاہتا ہے تو ترقی کا نام نہ لے) چاند اس لیے گردش میں ہے کہ اپنا مقام حاصل کرلے (ہلال سے بدر ہو جائے) مگر آدمی کے سفر کی منزل مقصود تو یہی ہے کہ وہ برابر چلتا رہے (ایک مقام سے دوسرے مقام کا سلسلہ لامتناہی جاری رہے) پرواز میں جو لذت ہے اسی کا نام زندگی ہے، کسی آشیانے میں قیام کر کے بیٹھ جانا انسان کی فطرت کے لیے سازگار نہیں، کووں اور گدھوں کا رزق قبروں کے اندر ہوتا ہے مگر بازوں کا رزق چاند اور سورج کی فضاؤں میں ہے۔

دین کا راز اسی میں ہے کہ آدمی سچ بولے، حلال روزی کھائے اور خلوت میں ہو یا جلوت میں ہر وقت جمال حقیقی کا نظارہ کرتا رہے۔ (اے بیٹے) دین کے راستہ میں ہیرے کی طرح سخت ہو کر زندگی بسر کر، دل کا رشتہ خدا کے ساتھ باندھ لے، پھر بے خوف وخطر جیے جا، دین کے رازوں میں سے ایک راز تجھے بتاتا ہوں (گجرات کے بادشاہ سلطان) مظفر کی داستان سن۔ وہ پرہیزگاری میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا، ایسا بادشاہ تھا کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ پر پہنچا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک گھوڑا تھا جو اسے بیٹوں کی طرح عزیز تھا اور لڑائی میں مالک کی طرح سختی اور محنت برداشت کرنے کا عادی تھا۔ یہ

گھوڑا عربی نسل سے تھا۔اصیل اور سبزہ رنگ، وفادار اور بے عیب، اس کے حسب نسب میں کہیں کھوٹ نہیں تھی۔اے نکتہ رس! مومن کے لیے قرآن، تلوار اور گھوڑے کے سوا دوسری کیا چیز عزیز ہوسکتی ہے؟ وہ گھوڑا جو اچھے اور اصیل گھوڑوں میں بہترین تھا، اس کی تعریف میں کیا بیان کروں، وہ پہاڑوں اور دریاؤں پر اڑا چلا جاتا تھا۔لڑائی کے وقت وہ گھوڑا تیز وتند ہوا کی طرح، نظر سے بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ، پہاڑوں کی بلندی اور اطراف و جوانب میں چکر کاٹتا تھا، اس کے قدموں میں قیامت کے فتنے پوشیدہ تھے اور اس کے سموں کی چوٹ سے پتھر پاش پاش ہوجاتے تھے۔وہ چوپایہ جو انسانوں کی طرح ذی عزت تھا، اس کے پیٹ میں ایک دن درد اٹھا جس کی وجہ سے وہ کمزور و غمگین ہوگیا، ایک سلوتری نے اس کا علاج شراب سے کیا اور بادشاہ کے گھوڑے کو تکلیف سے نجات دلا دی۔اس کے بعد بادشاہ نے اس اصیل گھوڑے کو کبھی اپنی سواری کے لیے طلب نہ کیا، متقی و پرہیز گار لوگوں کی شریعت ہم جیسے عام لوگوں کی شریعت سے مختلف ہوتی ہے (بیٹے!) خدا تجھے قلب وجگر کی باطنی کیفیتیں عطا کرے! دیکھ ایک مرد مسلمان نے خدا کی اطاعت کا حق کس طرح ادا کیا۔

☆☆☆

ایک ادیب کی اپنے بیٹے سے آخری تمنا کا اظہار

''بیٹا! میری ایک آرزو یہ ہے کہ کتب خانہ والا مکان تکلف سے آراستہ ہوجائے اور میں دن رات وہیں پڑا رہوں، تم اگر ساتھ چائے پینے آجاؤ تو کیا کہنا مگر کوئی معمولی ذکر کسی کا نہ ہو۔کھانا، جب بھوک لگے، پکا پکایا مل جائے اور کوئی لڑکی آکر کھلا جائے، کوئی نایاب کتاب یا چیز نظر آئے تو مجھے اتنا مقدور ہو کہ فوراً خرید لوں، رات کو بے فکر سوؤں اور صبح کو خوش اٹھوں، کوئی مسئلہ فلاسفی کا جو سمجھ میں نہ آتا ہو اسے سمجھ لوں اور دوسروں کو سمجھا سکوں۔دنیا کی جتنی کتابیں دل و دماغ کو خوش کرسکیں، سب میرے پاس ہوں، جاڑے میں انگیٹھی ہو اور گرمیوں میں برف، برسات میں کمرے کے اندر بیٹھا ہوں اور وہ ٹپکتا نہ ہو، رات کو جلانے کے واسطے خوب صورت موم بتی کی روشنی ہو اور جو کتاب مجھے پسند ہو وہ میرے سامنے ہو، تم اتنا سامان میرے لیے کردو تو میں خوش مروں گا''۔

اصلاح خواتین

ارم نظامی

کسی بھی قوم یا معاشرے کی اصلاح وتعمیر میں جو بنیادی کردار خواتین ادا کرتی ہیں وہ کسی ہوشمند سے مخفی نہیں۔معاشرے کی اصلاح نسبت مردوں کے خواتین کی اصلاح کے ذریعے زیادہ ممکن ہے۔ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے اور بچے کسی بھی قوم کے مستقبل کا معمار ہوتے ہیں۔بہترین مستقبل کے لیے ان معماروں کی بہترین تربیت کی ضرورت ہے جو وہی ماں کرسکتی ہے جو خود باشعور ہو۔خواتین میں نسبت مردوں کے بہت سی اخلاقی و دینی خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کے سدباب کی اشد ضرورت ہے۔اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔

خواتین اورغیبت:

غیبت خواتین میں پائی جانے والی بہت ہی عام بیماری ہے۔دوخواتین ایک جگہ اکھٹی بیٹھی ہوں اور وہاں غیبت نہ ہو یہ امرمحال ہے۔یہ اتنا سنگین گناہ ہے کہ بیک وقت اللہ اور بندے کی حق تلفی کو شامل ہے۔شب معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہرے اور بدن کو نوچ رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کیا کرتے تھے'' (ترمذی)۔

اسی طرح فرمان باری ہے کہ:''ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم یہ پسند کروگے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاؤ'' یعنی غیبت ایسا مذموم فعل ہے جیسے مسلمان مردار بھائی کا گوشت کھانا۔جس طرح غیبت کرنا حرام ہے غیبت سننا بھی حرام ہے ہر ممکن کوشش کر کے خود کو اس سے بچائے۔

خواتین اورحسد

دوسری اخلاقی خرابی جو عموما خواتین میں پائی جاتی ہے وہ حسد ہے۔حسد دوسرے سے زوال نعمت کی تمنا کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ نعمت خود اسے حاصل ہو یا نا ہو۔یہ حرام ہے۔یہ ایسا گندا مرض ہے جو انسان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹتا رہتا ہے۔اس کا ذہنی سکون دوسرے سے اس نعمت کے چھن

جانے کی تمنائیں کرتے ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ نیز یہ ایمانی کمزوری کی علامت بھی ہے کہ انسان دوسرے کے پاس موجود نعمتوں پر کڑھے۔ اگر ایمان مضبوط ہوگا تو انسان اللہ کی تقسیم پر راضی رہے گا۔

خواتین اور فضول خرچی

تیسری بڑی خرابی جو خواتین میں بکثرت پائی جاتی ہے وہ فضول خرچی ہے۔ خصوصا تقاریب کے موقع پر غیر شرعی رسومات پر بے جا خرچ اس نیت سے کرنا کہ دوسروں پر بڑائی جتلائی جاسکے۔ فرمان باری تعالی ہے کہ ''بلاشبہ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی یا دوست ہے''۔

خواتین اور بے پردگی

اسی طرح خواتین پردے کے معاملے میں بہت غفلت برتتی ہیں۔ غیر محرم رشتہ داروں بالخصوص کزنز سے پردے نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ پردہ عورت کی زینت بھی ہے اور ضرورت بھی۔ اگر شرعی نکتہ سے دیکھا جائے تو پردہ عورت پر فرض کیا گیا ہے۔ عموما شادی بیاہ کے مواقع پر بجتا زیور پہننا، خوشبو سے معطر ہو کر باہر نکلنا، غیر شرعی لباس زیب تن کر کے نکلنا روٹین بن چکی ہے۔ یہ تمام فعل معاشرے میں برائی اور فتنے کا سبب بن رہے ہیں۔ لباس ایسا ہونا چاہیے جو باعث زینت بھی ہو حیادار بھی ہو۔ اسلام فیشن سے منع نہیں فرماتا بلکہ فیشن کے نام ہر بے حیائی سے منع فرماتا ہے۔ حدود کے اندر آپ جتنا چاہیں فیشن کے تمام شوق پورے کیے جاسکتے ہیں۔ پردہ غیرت کی علامت بھی ہے۔ خود کو غیروں کی نظروں سے بچانا ایمانی و فطری غیرت کا تقاضہ ہے۔ اسی بے پردگی کے تباہ کن اثرات انسان کی روحانیت اور اخلاق و کردار کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔

خواتین اور بدگمانی و جاسوسی

ایک برائی خواتین میں یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بدگمانی بہت کرتی ہیں۔ بدگمانی سے شروع ہو کر معمولی نوک جھونک گھر میں بڑی لڑائیوں کا باعث بن جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے بچنے کا حکم دیا ہے، ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہنا بھی خواتین کی عادات میں شامل ہے۔ ہر وقت اپنے پڑوسن یا گھر کی خواتین کی جاسوسی کرتی رہتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہا کرو، اگر اللہ چاہے تو تمہیں گھر کے اندر بھی رسوا کر دے''۔

فرمان باری تعالیٰ ہے کہ ”تم جاسوسی نہ کیا کرو“۔

خواتین اور چغل خوری

خواتین میں ان مرکزی برائیوں کے ساتھ ساتھ کچھ دیگر چھوٹی چھوٹی خامیں بھی موجود ہیں۔جیسا کہ معمولی سی بات کو خوب بڑھا کر ادھر سے ادھر پہنچا دینا جس سے خانہ جنگی کا ماحول پیدا ہو جائے۔ حالانکہ چغل خور کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔خواتین سستی کی وجہ سے فرضی عبادت میں بھی لاپرواہی کرتی ہیں۔حالانکہ خواتین گھر میں گھر داری سے فارغ ہو کر بہت حد تک اپنی عبادت پر توجہ دے سکتی ہیں۔انہیں باہر کے معاملات میں خود کو انٹرفیئر ہونی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اس طرح گھر میں خیر و برکت بھی رہے گی اور ماحول میں اچھائی ہوگی تو بچوں کے لیے بھی بہتر تربیت کا ماحول پیدا ہوگا۔پھر شریعت نے نیک عورت کو دنیا کا بہترین سامان قرار دیا ہے۔

خواتین اور بخل

خواتین میں ایک عجیب بات یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ گھریلو استعمال کی ضرورت کی معمولی معمولی چیزیں بھی اپنے پڑوسیوں کو دینے میں بخل سے کام لیتی ہیں۔ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔اسلام اس بات سے منع کرتا ہے کہ آپ سے کوئی چیز مانگی جائے اور آپ اس سے انکار کر دیں۔کچھ تو خواتین ایسی بھی ہیں کہ جن کے پاس اگر کوئی چیز اضافی آجائے تو صحیح حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو نہیں دیں گی۔جب وہ خراب ہونے لگے گی تب وہ اٹھا کر انہیں دیں گی۔یعنی انتہائی بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔اگر اخلاقیات کی رو سے دیکھا جائے تو اس طرح کرنا یقیناً بہت ہی غلط بات ہے۔

خواتین اور ناشکری

جو خواتین شادی شدہ ہیں انہیں اپنے شوہروں کی مکمل فرمانبرداری کرنی چاہیے۔کچھ جگہوں پر یہ مسائل ضرور ہیں کہ شوہر کا رویہ یا گھر کا ماحول ایسا ہو جاتا ہے جہاں پر حالات سنگین رہتے ہیں مگر ہمیں ہی فرمانبرداری جاری رکھنی چاہیے۔کیوں کہ یہ کام ہم صرف اور صرف اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جائے گا۔شوہروں کی ناشکری آخرت برباد کر سکتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جہنم میں کثیر تعداد ان عورتیں کی تھی جو اپنے شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں۔(بخاری و

مسلم)حق تو یہ ہے کہ جتنا میسر ہو اس پر خوش ہو جائیں۔مگر یہاں حالت یہ ہے کہ شوہر ساری دنیا لا کر بھی قدموں میں رکھ دے خوش نہیں ہوتیں۔اسلام میں شوہر کی عزت وتکریم کی بہت رکھی گئی ہے۔فرمان نبوی ہے ''جس خاتون سے اس کا شوہر راضی ہوا وہ جنتی ہے(ترمذی)

خواتین اور بددعائیں

خواتین میں ایک غیر معمولی حد تک یہ برائی بھی ہے کہ جب بھی تنگ ہوں گی اپنی اولاد کو یا بڑی بہنیں چھوٹے بہن بھائیوں کو بددعائیں دیتی ہیں۔بددعا ہرگز نہیں دینی چاہیے۔خدانخواستہ آپ کی وہ بددعا قبول ہوگئی تو پھر ساری زندگی پچھتاوا ہوگا۔اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرنی چاہیے۔عموماً یتیم بچوں اور سوتیلی اولاد سے حسن خلق کے بجائے بدسلوکی سے پیش آیا جاتا ہے۔ان سے ہر معاملے میں زیادتی برتی جاتی ہے۔اپنی سگی اولاد ہو یا پھر سوتیلی کسی بھی صورت بچوں کے ساتھ رویہ غیر مہذب نہیں اپنانا چاہیے۔بچوں کی بہترین تربیت اور کفالت کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔اسی طرح محروم بچوں کی بددعا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مقام پاتی ہے۔مظلوم اور یتیم بچوں کی بددعا سے بچنا چاہیے۔

یاد رکھیں!عورت نسلیں سنوار بھی سکتی ہے اور بگاڑ بھی سکتی ہے۔یہ آپ کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کہ آپ خود بہتر سے بہتر بناتے ہوئے معاشرے کو ایک صحت منداور باشعور نسل دیں۔بروز قیامت ہر ایک سے اس کے ہر چھوٹے بڑے عمل کا حساب ہوگا۔

بیٹی اللہ کی رحمت

مولانا محمد نجیب قاسمی، ریاض

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: آسمانوں اور زمین کی سلطنت و بادشاہت صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دنوں عطا کر دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ اس کے ہاں نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی پیدا ہوتی ہے، لاکھ کوشش کرے مگر اولاد نہیں ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ جس کیلئے جو مناسب سمجھتا ہے وہ اس کو عطا فرما دیتا ہے۔ (سورہ الشوریٰ) لڑکیاں اور لڑکے دونوں اللہ کی نعمت ہیں۔ لڑکے اور لڑکیوں دونوں کی ضرورت ہے۔ عورتیں مرد کی محتاج ہیں، اور مرد عورتوں کے محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں ایسا نظام قائم کیا ہے کہ جس میں دونوں کی ضرورت ہے اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

اللہ کی اِس حکمت اور مصلحت کی روشنی میں جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو ہم میں سے بعض احباب ایسے نظر آئیں گے کہ جن کے یہاں لڑکے کی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں کی جاتی ہیں، جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس وقت بہت خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور اگر لڑکی پیدا ہو جائے تو خوشی کا اظہار نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات بچی کی پیدائش پر شوہر اپنی بیوی پر، اسی طرح گھر کے دیگر افراد عورت پر ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی عطا ہے۔ کسی کو ذرہ برابر بھی اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ لڑکیوں کو کم تر سمجھنا زمانہ جاہلیت کے کافروں کا عمل تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ (ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ خوب سن لو کہ وہ (کفار مکہ) بہت برا فیصلہ کرتے ہیں)۔ (سورۃ النحل) لہذا ہمیں بیٹی کے پیدا ہونے پر بھی یقیناً خوشی و مسرت کا اظہار کرنا چاہئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں، بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے۔

08082208685

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے زندگی گزارے (یعنی ان کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں وہ ادا کرے، ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے) اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (ترمذی)

اسی مضمون کی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ اکے ارشاد فرمانے پر کسی نے سوال کیا کہ اگر کسی کی ایک بیٹی ہو (تو کیا وہ اس ثواب عظیم سے محروم رہے گا؟) آپ انے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک بیٹی کی اسی طرح پرورش کرے گا، اس کے لئے بھی جنت ہے۔ (اتحاف السادة المتقین)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر وتحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب شادی کے قابل ہوجائیں تو ان کی شادی کردے) تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے ایک قصہ منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک خاتون میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس خاتون نے مجھ سے کچھ سوال کیا، اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہیں تھا، وہ کھجور میں نے اس عورت کو دیدی، اس اللہ کی بندی نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کے ہاتھ پر رکھ دیا، خود کچھ نہیں کھایا، حالانکہ خود اسے بھی ضرورت تھی، اس کے بعد وہ خاتون بچیوں کو لے کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں نے اس خاتون کے آنے اور ایک کھجور کے دو ٹکڑے کرکے بچیوں کو دینے کا پورا واقعہ سنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جس کو دو بچیوں کی پرورش کرنے کا موقع ملے اور وہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرے تو وہ بچیاں اس کو جہنم سے بچانے کے لئے آڑ بن جائیں گی۔ (ترمذی)

حضور اکرم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں : حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، اور حضرت ام کلثومؓ۔ آپ ﷺ اپنی چاروں بیٹیوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی تین بیٹیوں کا انتقال آپ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا، حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ ا کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوا۔ آپ ا کی چاروں بیٹیاں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ حضور اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے ساتھ بہت ہی شفقت اور محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے، اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے۔

مسئلہ : جہاں تک محبت کا تعلق ہے، اس کا تعلق دل سے ہے اور اس میں انسان کو اختیار نہیں ہے، اس لئے اس میں انسان برابری کرنے کا مکلّف نہیں ہے۔ یعنی کسی ایک بچہ یا بچی سے محبت زیادہ کر سکتا ہے۔ مگر اس محبت کا بہت زیادہ اظہار کرنا کہ جس سے دوسرے بچوں کو احساس ہو، منع ہے۔

مسئلہ : اولاد کو ہدیہ اور تحفہ دینے میں برابری ضروری ہے۔ لہذا ماں باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان اگر پیسے یا کپڑا یا کھانے پینے کی کوئی چیز تقسیم کریں تو اس میں برابری ضروری ہے۔ اور لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا لڑکے کو دیں۔ شریعت کا یہ حکم کہ لڑکی کا لڑکے کے مقابلے میں آدھا حصہ ہے، یہ حکم باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث میں ہے۔ زندگی کا قاعدہ یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو برابر دیا جائے۔

مسئلہ : اگر ماں باپ کو ضرورت کے موقع پر اولاد میں کسی ایک پر کچھ زیادہ خرچ کرنا پڑے، تو کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً بیماری، تعلیم اور اسی طرح کوئی دوسری ضرورت ہو تو خرچ کرنے میں کمی بیشی کرنے میں کوئی گناہ اور پکڑ نہیں ہے۔ لہذا حسب ضرورت کمی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: بیٹی کی شادی کے بعد بھی بیٹی کا حق میراث ختم نہیں ہوتا ہے۔ یعنی باپ کے انتقال کے بعد وہ بھی باپ کی جائیداد میں شریک رہتی ہے۔

☆☆☆

مدارس نے امت کو یہ دیا

محمد احمد راسخ

(۱) لاکھوں نادار افراد کو تعلیم سے بہرہ ور کیا۔
(۲) معاشرے میں بنیادی تعلیم اور خواندگی میں معقول اضافہ کیا۔
(۳) قرآن وسنت کی تعلیم اور دینی علوم کی اشاعت وفروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔
(۴) عام مسلمانوں کو دینی رہنمائی اور مذہبی تعلیم کے لیے رجال کار فراہم کئے۔
(۵) عام مسلمانوں کے عقائد وعبادات واخلاق اور مذہبی کردار کو تحفظ فراہم کیا۔
(۶) اسلام کے خاندانی نظام اور کلچر اور ثقافت کی حفاظت کی۔
(۷) اسلامی عقائد واحکامات کی اشاعت کی اور اس پر ہونے والے اعتراضات وشبہات کا جواب دیا۔
(۸) اسلام کی بنیادی تعلیمات عقائد اور احکام کی حفاظت کی اور راسخ العقیدگی کو تحفظ دیا۔
(۹) قناعت اور ایثار وسادگی کو مسلمانوں کے ایک طبقہ میں باقی رکھا۔
(۱۰) وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کو عملی نمونہ کے طور پر باقی رکھا۔

☆☆☆

قرآن سے جواب لیجئے؟

زمین پر ہم کیسے چلیں؟ جواب: ولاتمش فی الارض مرحا: زمین پر اکڑ کر مت چلو۔
ہم کیسے گفتگو کریں؟ جواب: واغضض من صوتک: اپنی آواز پست رکھیں۔
ہم کیسے دیکھیں؟ جواب: ولاتمدن عینیک: تم ان کی طرف آنکھ اٹھا کر مت دیکھنا۔
ہم کیسے سنیں؟ جواب: ولاتجسسوا: کسی کی ٹوہ اور جاسوسی مت کرو۔
ہم کیسے کھائیں پئیں؟ جواب: ولاتسرفوا: فضول خرچی مت کرو۔
ہماری بات کیسی ہو؟ جواب: قولوا للناس حسنا: لوگوں سے نیک بات کرو۔
ہماری مجلس کیسی ہو؟ جواب: ولایغتب بعضکم بعضا: ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

گویا قرآن ہی ہمارا دستور حیات ہے جس کے آگے دنیا بھر کے قوانین وفرامین بیکار ہیں۔

(محمد اروع سعیدی)

خواص میں نرم مزاجی کا فقدان

مفتی محمد عبداللہ قاسمی، حیدرآبادی

آج اہل علم اور خواص کے طبقہ میں نرم مزاجی اور نرم خوئی کا حد درجہ فقدان ہے، غصہ، اشتعال اور درشت لہجہ میں گفتگو ان کی پہچان بنتی جارہی ہے، سخت لب ولہجہ میں بات کرنا اور کسی بات پر ناراض ہونا اگر تربیت اور اصلاح کے جذبہ سے ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، تاہم اگر اس کا منشا محض اپنے غصہ کی تسکین اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنا ہو تو یہ علماء اور خواص کی شان کے خلاف ہے، اور مذموم اور ناپسندیدہ ہے، چناں چہ بارہا یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی مزاج ناشناس آدمی سے ایسی بات صادر ہو جائے جو خواص کی طبیعت اور مزاج کے خلاف ہو تو فوراً مشتعل ہو جاتے ہیں، اور غیر سنجیدہ لب ولہجہ اختیار کرتے ہیں، بلکہ بلا مبالغہ بعضے تو جہالت پر اتر کر گالم گلوچ کرنے لگتے ہیں، ظاہر ہے کہ عام طور پر ایک عامی اور جاہل آدمی کا انداز گفتگو تو غیر ذمہ دارانہ اور عامیانہ ہوتا ہے، اس کو علماء اور خواص کے ساتھ گفتگو کے آداب معلوم نہیں ہوتے ہیں، اب اگر خواص بھی اس سے الجھ جائیں، اور جہالت ونادانی پر اتر آئیں تو جاہل اور عالم میں کیا فرق رہ جائے گا؟ بلکہ وہ عامی آدمی جو ایک عالم دین سے رجوع ہوا تھا؛ خواہ اس کا مقصد کچھ بھی رہا ہو، دینوی مقصد ہو یا اخروی، جب عالم اس سے غیر سنجیدہ گفتگو کرے گا، اور اس کی جانب سے ناگوار بات پیش آنے پر درشت اور کرخت لہجہ اختیار کرے گا تو ظاہر ہے کہ وہ عامی آدمی اس سے دور اور نفور ہو جائے گا، اور اس عالم دین سے دوبارہ ملاقات کرنے اور اس کی بافیض صحبت سے فائدہ اٹھانے سے کترائے گا، اس کے برخلاف اگر عالم دین اس کی جانب سے پیش آنے والی خلاف طبیعت بات پر صبر وتحمل سے کام لے، اور اس کے غیر سنجیدہ گفتگو کے جواب میں سنجیدہ اور نرم انداز میں گفتگو کرے تو ایک تو اس کو علماء اور خواص کی جانب سے اس کو اچھا اور مثبت پیغام جائے گا، دوسرے علماء اور خواص کا یہ کریمانہ اور شریفانہ برتاؤ اس کو متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑے گا، چناں چہ کیا معلوم کہ وہ اس سے متاثر ہو کر علماء کی ہم نشینی اور خواص کی صحبت کو لازم پکڑ لے، اور اس کی دنیا وآخرت دونوں سنور جائے، خاص طور سے وہ اہل علم حضرات جنہیں کوئی باوقار منصب حاصل ہو جاتا ہے، اور لوگوں کی ایک معتد بہ تعداد اس کے آگے پیچھے کرنی لگتی ہے تو ان کے دماغ میں اختیارات

کا غرور اور منصب کا نشہ ایسا سماتا ہے کہ کسی عامی آدمی کو منھ تک لگانا گوارا نہیں کرتے، کوئی عام قسم کا آدمی ان سے بات کرے تو ناک چڑھا کر ایسی شان بے نیازی سے بات کرتے ہیں جیسے ایک آقا اپنے کمتر غلام سے کلام کرتا ہے، کوئی عامی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھادے تو اولا اس کی جرات رندانہ پر وہ چیں بہ جبیں ہوجاتے ہیں، پھر خواہی نہ خواہی بغیر اس کے سلام کا جواب دیے اس کی طرف اپنا ایک ہاتھ بڑھادیتے ہیں، ظاہر ہے کہ خواص اور علماء کا یہ طرز عمل کافی افسوس ناک اور غم انگیز ہے اور فوری طور پر اصلاح طلب ہے۔

میری اِن معروضات کا مقصد سارے علماء اور خواص کو مورد الزام ٹھہرانا مقصود نہیں ہے؛ کیوں کہ الحمدللہ آج کے اس انحطاط اور زوال پذیر دور میں بھی ایسے اہل علم حضرات موجود ہیں جن کی پوری زندگی تواضع اور کسر نفسی کی آئینہ دار ہے، ان کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر خیر القرون کا دور یاد آجاتا ہے، ان کی نشست و برخاست اور عادات و اطوار کو دیکھ کر ذہن و دماغ کے پردے پر سلف صالحین کی زندگی کے روشن نقوش ظاہر ہونے لگتے ہیں؛ لیکن اس قسم کے علماء اور خواص موجودہ دور میں بہت ہی کم ہیں آٹے میں نمک کے برابر۔



علماء دیوبند

(ماخوذ)

برصغیر ہند کو انگریز کے استبدادی قبضہ سے آزاد کرنے اور مسلمانوں کی گردن سے غلامی اور محکومی کا طوق اتارنے کیلئے سب سے پہلی صدا علماء دیوبند نے بلند کی۔ آزادی اور حریت کے حصول کیلئے ان علماء ربانیین نے جو قربانیاں دیں، وہ ہماری تاریخ حریت کا ایک نمایاں عنوان ہے۔ شاملی کا میدان آج تک اس دور کی قربانیوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جس میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا قاسم نانوتویؒ تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر انگریز کے خلاف آمادۂ جنگ و پیکار ہوئے، گھمسان کا رَن پڑا، کئی علماء بے جگری سے لڑ کر خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

دوسری طرف علماء صادق پور نے پٹنہ اور بہار کے اندر انگریز کے خلاف مسلح جدوجہد کی ولولہ انگیز داستانیں رقم کیں، الغرض آزادی کی جنگ میں ان علماء نے بیشمار قربانیاں دیں، قتل کیے گئے، پھانسی گھاٹ پر چڑھائے گئے پابند سلاسل کر دیے گئے اور کالے پانی کی قید کی سزائیں بھگتیں۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمدؒ، مولانا عزیز گلؒ، مولانا عبدالوحیدؒ اور حکیم نصرت حسینؒ طویل عرصہ تک مالٹا کی جیل میں قید و بند کی اذیت ناک تکلیفوں میں مبتلا کیے گئے۔ بہت سے علماء کو خنزیر کی کھال میں لپیٹ کر زندہ در گور کر دیا گیا۔

دین کی حفاظت اور مملکت کی حریت کیلئے یہ ساری قربانیاں انہیں علماء دیوبند نے دیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ انکے جانشین اور حقیقی وارث آج بھی ایسے حالات سے نبرد آزما ہونے کیلئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

☆☆☆

شب تاریک کو سحر کیجئے!

مفتی ناصرالدین مظاہری

روئے زمین پر آئے دن ظلم اور ظلمت میں اضافہ ہو رہا ہے......تاریکیوں کو ختم کرنے کے جتنے جتن کئے جاتے ہیں سب بے سود و بے کار ثابت ہو رہے ہیں......ظالموں کو ظلم سے روکنا ظالموں کی خیرخواہی ضرور ہے مگر ہو کیا رہا ہے......؟ ظالموں کے پالے میں نیک نام و نیک فرجام افراد کی تعداد آپ کو اچھی خاصی نظر آئے گی......سب کی اپنی اپنی مصلحتیں ہوتی ہیں......مگر اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت تو ایک خواب وخیال ہو گیا ہے......روئے زمین ایسے لوگوں سے خالی ہو چکی ہے جن کا پیمانۂ دوستی و دشمنی صرف اور صرف رضاء الٰہی وخوشنودیٔ رب ہوتا تھا......اب تو اللہ سے خوف اور ڈر بھی رفتہ رفتہ ختم ہوتا جا رہا ہے......ہمیں اگر معلوم ہو جائے کہ ہمارا کوئی دشمن ہماری تاک اور گھات میں ہے......تو ہم گھروں سے نکلنا چھوڑ دیتے ہیں......صرف کثیر سے اپنے گھروں کو مضبوط کراتے ہیں......دیواروں، روشن دانوں اور دریچوں وخوخہ جات تک میں اپنا تحفظ پیش نظر ہوتا ہے......سیکوریٹی گارڈ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں......لائسنس بنوا اکر اسلحہ حاصل کیا جاتا ہے حالانکہ سب کو معلوم ہے: **اینماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی برج مشیدة۔**

لیل ونہار کی گردشوں نے یہ ثابت کر دیا کہ قیامت واقعی قریب ہے......علماء اور اہل اللہ ٹوٹے پتوں کے مانند اپنی جگہیں بدل رہے ہیں......موت کا فرشتہ جس نے نبیوں کو نہیں چھوڑا......اولیاء اور اتقیاء اس سے نہیں بچ سکے......طاقتور اور ظالم بھی اس کے پنجہ میں آئے......شداد و قارون کو فرشتۂ موت نے قصۂ پارینہ بنا دیا......کوئی بھی نہیں بچا اور بچے گا بھی نہیں کیونکہ **کل نفس ذائقة الموت** ایک فیصلۂ ربانی اور حکم حقانی ہے......جس کے آگے شاہوں کی شاہی اور گداؤں کی گدائی سر تسلیم خم کر دیتی ہے......اور......بالآخر اعلان ہوتا ہے **لمن الملک الیوم؟** پھر خود ہی اس اعلان کا جواب دیتا ہے: **لله الواحدالقهار۔**

موت کیا ہے؟ جسم کو جان سے نکلنے......دوست کو دوست سے ملانے......کردنی کا بدلہ پانے......امید کو یقین سے بدلنے اور خواب کو حقیقت سے عبارت کرنے کا نام ہی تو موت ہے......عجیب بات ہے کہ حضرت انسان اور جنات یہی دو مخلوق ہیں جن کے لئے زبور اتاری گئی......جن کو تورات دی گئی......جن کو انجیل سونپی گئی......جن کو **صحف ابراهیم وموسیٰ** تھمائے گئے......جن کے لئے بساط کونین سجائی گئی......جن کے لئے ''**کُنْ**'' کا خطاب ہوا......اور اخیر میں تمام کتابوں کی جامع......تمام احکامات کی مؤید......تمام انبیاء کی صدق وصداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی کتاب ہدایت '' قرآن مجید''

اتارا گیا......جس کا ایک ایک حرف صدق وصداقت کا آئینہ دار ہے......جس نے وہ وہ بیان کیا جس سے سابقہ کتابیں خالی تھیں......وہ بھی بتایا جو سینہ بسینہ چلی آرہی تھیں......ایک ایسا آئینہ دکھایا جس میں قومیں اور ملتیں اپنا عکس اور سراپا دیکھ سکتی ہیں...... مگر ہوا کیا......؟ کیا دنیا سے کفر ختم ہوا......؟ شرک نے اپنا بستر لپیٹ لیا......؟ شیطنت کافور ہوئی......؟ عیاری ومکاری عنقا ہوگئی......؟ نہیں ایسا کچھ بھی تو نہیں ہوا......سچ تو یہ ہے کہ آج بھی صحیفۂ آسمانی پر عمل کے بجائے آسمان تک پہنچنے کی کوششیں ہورہی ہیں......ملائکہ پر ایمان لانے کی بجائے ملائکہ کو دیکھ پانے کی سرگرمیاں اور مشینیں بنانے کی کوششیں جاری ہیں......عمالقہ وجرہم کے عبرتناک حشر پر ڈرنے اور خوف کھانے کے بجائے ان کی ہڈیوں اور باقیات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے اور ان کی قدامت اور جسامت پر اپنی تحقیقات پیش کرنے کو ''ترقی'' سمجھ لیا گیا۔

یورپ میں بہت، روشنی علم وہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات

تف ہے ایسی نسلوں پر......لعنت ہے ایسے دماغوں پر......وائے ہے ایسے مزاجوں پر......اور......ہائے ہے ایسی تحقیق پر......جس نے خدا سے قریب کرنے کے بجائے مزید دور کردیا......جس نے اللہ کی الوہیت پر ایمان لانے کے بجائے مشینوں کی قوت پر ایمان پختہ کردیا......جس نے آسمان وزمین کے خالق اور کونین کے مالک پر آمنا وصدقنا کہنے کے بجائے سائنس دانوں کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم وپیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

شراب رنگیں میں مست وبدمست لوگ اپنی تباہیوں کو دعوت دیتے ہیں، ایکشن کے ذریعہ ری ایکشن کے منتظر ہیں، خواب اور سراب کے پیچھے مجنوں ہوئے جارہے ہیں مگر افسوس!

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب مغرب کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

☆☆☆

طالب علم کو چاہیے

مرسلہ: محمد ریحان ناصر

شیخ ابراہیم بن اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ:

(۱) طالب علم کو استاذ کی مسند تدریس پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

(۲) طالب علم کو استاذ کے بہت قریب نہیں بیٹھنا چاہیے۔

(۳) طالب علم استاذ کے مکان کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے، بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ استاذ خود باہر نکل آئیں۔

(۴) معلم کی تعظیم وتکریم کیلئے اس کے آگے نہیں چلنا چاہیے۔

(۵) طالب علم کو چاہیے کہ استاذ کی ناراضی سے خود کو بچائے۔

(۶) جس طالب علم نے استاذ کو کسی قسم کی بھی اذیت پہنچائی تو وہ علم کی برکات سے محروم ہوجاتا ہے۔

(تعلیم المتعلم طریق التعلم)

قرآن سے جواب لیجئے؟

زمین پر ہم کیسے چلیں؟ جواب: ولاتمش فی الارض مرحا: زمین پر اکڑ کر مت چلو۔

ہم کیسے گفتگو کریں؟ جواب: واغضض من صوتک: اپنی آواز پست رکھیں۔

ہم کیسیدیکھیں؟ جواب: ولاتمدن عینیک: تم ان کی طرف آنکھ اٹھا کر مت دیکھنا۔

ہم کیسے سنیں؟ جواب: ولاتجسسوا: کسی کی ٹوہ اور جاسوسی مت کرو۔

ہم کیسے کھائیں پیئیں؟ جواب: ولاتسرفوا: فضول خرچی مت کرو۔

ہماری بات کیسی ہو؟ جواب: قولوا للناس حسنا: لوگوں سے نیک بات کرو۔

ہماری مجلس کیسی ہو؟ جواب: ولایغتب بعضکم بعضا: ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

گویا

قرآن ہی ہمارا دستور حیات ہے جس کے آگے دنیا بھر کے قوانین وفرامین بیکار ہیں۔

☆☆☆

جواب لا جواب

سیدہ مبشرہ فاطمی نوگانوہ

ایک مصری عالم نے فرمایا کہ مجھے زندگی میں کسی نے لا جواب نہیں کیا سوائے ایک عورت کے، جس کے ہاتھ میں ایک تھال تھا، جو ایک کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا، میں نے اس سے پوچھا تھال میں کیا چیز ہے؟ وہ بولی اگر یہ بتانا ہوتا تو پھر ڈھانپنے کی کیا ضرورت تھی؟ پس اس نے مجھے شرمندہ کر ڈالا۔

یہ ایک دن کا حکیمانہ قول نہیں بلکہ ساری زندگی کی دانائی کی بات ہے۔کوئی بھی چیز چھپی ہو تو اس کے انکشاف کی کوشش نہ کرو، کسی بھی شخص کا دوسرا چہرہ تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں، خواہ آپ کو یقین ہو کہ وہ برا ہے، یہی کافی ہے کہ اس نے تمہارا احترام کیا اور اپنا بہتر چہرہ تمہارے سامنے پیش کیا، بس اسی پر اکتفا کرو، ہم میں سے ہر کسی کا ایک برا رخ ہوتا ہے، جس کو ہم خود اپنے آپ سے بھی چھپاتے ہیں، اللہ تعالی دنیا و آخرت میں ہماری پردہ پوشی فرمائے، ورنہ جتنے ہم گناہ کرتے ہیں اگر ہمیں ایک دوسرے کا پتہ چل جائے تو ہم ایک دوسرے کو دفن بھی نہ کریں جتنے گناہ ہم کرتے ہیں اس سے ہزار گنا زیادہ کریم رب ان کی ستاری فرماتا ہے، کوشش کریں کہ کسی کا عیب اگر معلوم بھی ہو تو بھی بات نہ کریں، آگے کہیں آپ کی وجہ سے اسے شرمندگی ہوئی تو کل قیامت کے دن اللہ پوچھ لے گا کہ جب میں اپنے بندے کی پردہ پوشی کرتا ہوں تو تم نے کیوں پردہ فاش کیا؟

☆☆☆

رشتوں میں محبت کیسے پیدا کریں؟

مرسلہ: اصغری بانو

(۱) ایک دوسرے کو سلام کریں۔ (مسلم)
(۲) ان سے ملاقات کرنے جائیں (مسلم)
(۳) ان کے پاس بیٹھنے اٹھنے کا معمول بنائیں۔ (لقمان)
(۴) ان سے بات چیت کریں۔ (مسلم)
(۵) ان کے ساتھ لطف ومہربانی سے پیش آئیں۔ (ترمذی)
(۶) ایک دوسرے کو ہدیہ وتحفہ دیا کریں (صحیح الجامع)
(۷) اگر وہ دعوت دیں تو قبول کریں۔ (مسلم)
(۸) اگر وہ مہمان بن کر آئیں تو ان کی ضیافت کریں۔ (ترمذی)
(۹) انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ (مسلم)
(۱۰) بڑے ہوں تو ان کی عزت کریں۔ (ابوداؤد)
(۱۱) چھوٹے ہوں تو ان پر شفقت کریں۔ (ابوداؤد)
(۱۲) ان کی خوشی وغم میں شریک ہوں۔ (بخاری)
(۱۳) اگر ان کو مدد درکار ہو تو اس کام میں ان کی مدد کریں۔ (بخاری)
(۱۴) ایک دوسرے کے خیر خواہ بنیں (مسلم)
(۱۵) اگر وہ نصیحت طلب کریں تو انہیں نصیحت کریں۔ (مسلم)
(۱۶) ایک دوسرے سے مشورہ کریں (آل عمران)
(۱۷) ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں۔ (الحجرات)
(۱۸) ایک دوسرے پر طعن نہ کریں۔ (الھمزہ)
(۱۹) پیٹھ پیچھے برائیاں نہ کریں۔ (الھمزہ)
(۲۰) چغلی نہ کریں۔ (مسلم)
(۲۱) آڑے نام نہ رکھیں۔ (الحجرات)
(۲۲) عیب نہ نکالیں۔ (ابوداؤد)
(۲۳) ایک دوسرے کی تکلیفوں کو دور کریں۔ (ابوداؤد)

(۲۴)ایک دوسرے پر رحم کھائیں۔ (ترمذی)

(۲۵)دوسروں کو تکلیف دے کر مزے نہ اٹھائیں۔ (سورہ مطففین)

(۲۶)ناجائز مسابقت نہ کریں۔ (مسلم)

(۲۷)نیکی میں تنافس جائز ہے البتہ اس کی آڑ میں تکبر اور تحقیر نہ ہو۔

(۲۸)طمع، لالچ اور حرص سے بچیں۔ (التکاثر)

(۲۹)ایثار و قربانی کا جذبہ رکھیں۔ (الحشر)

(۳۰)اپنے سے زیادہ آگے والے کا خیال رکھیں (الحشر)

(۳۱)مذاق میں بھی کسی کو تکلیف نہ دیں۔ (الحجرات)

(۳۲)نفع بخش بننے کی کوشش کریں۔ (صحیح الجامع)

(۳۳)بات کرتے وقت سخت لہجے سے بچیں۔ (آل عمران)

(۳۴)غائبانہ اچھا ذکر کریں۔ (ترمذی)

(۳۵)غصہ کو کنٹرول میں رکھیں۔ (بخاری)

(۳۶)انتقام لینے کی عادت سے بچیں۔ (بخاری)

(۳۷)کسی کو حقیر نہ سمجھیں۔ (مسلم)

(۳۸)اللہ کے بعد ایک دوسرے کا بھی شکر ادا کریں (ابوداؤد)

(۳۹)اگر بیمار ہوں تو عیادت کو جائیں۔ (ترمذی)

(۴۰)کسی کا انتقال ہو جائے تو جنازے میں شرکت کریں (مسلم)

☆☆☆

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

مولانا ایم ودود ساجد مظاہری اوکھلائی دہلی

ہندوستان کے مسلمانوں میں مایوسی پھیلی ہوئی ہے، یہ مایوسی صرف مسلمانوں میں ہی نہیں ہے، سیکولر اور نام نہاد سیکولر پارٹیاں بھی اسی مایوسی کا شکار ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ مسلمان اس مایوسی کا اظہار شدت کے ساتھ کر رہا ہے اور شکست خوردہ سیاسی پارٹیاں نرمی کے ساتھ کر رہی ہیں، سیاسی پارٹیاں اس مایوسی کا مقابلہ سیاسی حکمت کے ساتھ کر رہی ہیں لیکن مسلمان اس مایوسی کے مقابلہ کیلئے سرے سے تیار ہی نہیں ہیں، سیاسی پارٹیاں اس کی عادی ہیں اور انہیں یقین ہے کہ ایک وقت آنے پر سب کچھ بدل جائے گا لیکن مسلمان کم وبیش پچھلی سات دہائیوں سے تختۂ مشق بنتے رہنے کے باوجود ابھی تک اس کے عادی نہیں ہوئے ہیں اور اب انہوں نے یہی سمجھ لیا ہے کہ وقت کا پہیہ تھم گیا ہے اور اب کچھ نہیں بدلے گا۔

میں خود کو شامل کرکے ہندوستانی مسلمانوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ کیا انہوں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا ہے؟ چلئے کم سے کم اسلامی تاریخ کو پورا نہ سہی اس کے کچھ چیدہ چیدہ واقعات تو سنے ہوں گے؟ کیا اسلامی تاریخ کو کبھی اس شکست خوردہ صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟ اگر تمام تر نامساعد احوال اور مخالف ماحول کے باوجود عالمی پیمانہ پر اسلامی تاریخ نے یہ مشاہدہ کیا کہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سالوں کے اندر اندر ایک محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے دنیا بھر میں آج مسلمانوں کی تعداد ایک سو ساٹھ کروڑ (1.6 بلین) ہوگئی ہے تو مسلمانوں کیلئے اس وقتی اور دنیاوی نقصان کی کیا اہمیت ہے؟ یہ اعداد وشمار 2010 کے ایک عالمی سروے پر مبنی ہیں۔ ان آٹھ برسوں میں اس میں اور اضافہ ہوا ہوگا۔ اسی اضافہ کی رفتار سے اس وقت پوری دنیا اسلام سے خوف زدہ ہے۔ لہذا مسلمانوں کے خلاف وہ تمام حربے اختیار کئے جارہے ہیں جن سے وہ برگشتہ ہوکر ایسے اقدامات کریں کہ ایک طرف اسلام کی شبیہ مسخ ہوجائے اور دوسری طرف خود مسلمان سکون کے ساتھ زندگی نہ گزار سکیں۔

ہندوستان بھی اس سے اچھوتا نہیں ہے، جن عالمی صہیونی طاقتوں نے مختلف ناموں سے دہشت گردوں کی جماعتیں تیار کرکے انہیں کلمہ طیبہ سے مزین جھنڈے تھمادئے ہیں انہی طاقتوں نے یہاں کی شرپسند طاقتوں کو اقتدار میں آنے کے وسائل فراہم کئے ہیں۔ لہٰذا اس نکتہ کو سمجھنا ہوگا کہ وہ طاقتیں ہندوستان کی ان شرپسند قوتوں کو مسلمانوں سے بھڑانے کا ہر حربہ اختیار کریں گی۔ اور اس نکتہ کو پھر سمجھئے کہ 2010 کے عالمی سروے

کے مطابق عیسائیوں کی عالمی آبادی 220 کروڑ (2.2 بلین) تھی۔ اور اس کے امکانات بہت کم ہیں کہ ان سات برسوں میں ان کی آبادی میں مسلمانوں کی طرح ہی اضافہ ہوا ہوگا۔ اسی لئے دنیا بھر کے ماہرین نے اپنی تحقیق اور اعداد و شمار کی روشنی میں پیش گوئی کی ہے کہ 2050 تک مسلمان عیسائیوں کو پیچھے چھوڑ دیں گے۔ گو کہ عیسائیوں کی سست رفتار اور مسلمانوں کی برق رفتار افزائش نسل کے مختلف اسباب ہیں لیکن ایک بڑا سبب عیسائی نوجوان نسلوں کی مذہب بیزاری اور اسلام کی روزافزوں مقبولیت بھی ہے۔

ہندوستان میں ایک عالمی سروے کے مطابق مذہب اسلام باقی تمام مذاہب کے اعتبار سے سب سے تیزی کے ساتھ بڑھنے والا مذہب قرار پایا ہے۔ یہاں تک بتایا گیا ہے کہ جلد ہی ہندوستان کی مسلم آبادی عالمی سطح پر دوسرے نمبر سے پہلے نمبر پر آجائے گی اور انڈونیشیا کو پیچھے چھوڑ جائے گی۔ ان حقائق کی روشنی میں ہندوستانی مسلمانوں کا کیا فرض بن جاتا ہے؟ کیا موجودہ ماحول میں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ایک طرف تو مسلمان انتہائی غیر معمولی صبر وضبط سے کام لیں اور دوسری طرف اپنے شہر، قصبے اور محلے کی ہندو آبادی کو اپنا ہمنوا بنانے کیلئے اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کریں؟

نماز فجر میں جماعت اسلامی سے وابستہ افراد کے ایک گروپ سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہ لوگ اتوار کے روز غیر مسلم علاقوں میں جا کر گھروں پر دستک دیتے ہیں اور انہیں بالواسطہ طور پر اسلام کی دعوت پیش کرتے ہیں۔ ایک روز میں نے مقامی امیر سے کہا کہ آپ کے گھر سے مسجد کا فاصلہ محض سو میٹر کا ہے۔ اس فاصلہ کو طے کرتے وقت ظہر سے لے کر عشاء تک سو سے زائد نوجوان آپ کو نظر آتے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے ان کے بارے میں سوچا؟ مسلم علاقوں میں جائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مسجدیں بھی ہیں، اذانیں اور نمازیں بھی ہو رہی ہیں لیکن محلّہ کا محلّہ اسلامی روح سے خالی ہے۔ بچے کیا اور بڑے کیا نہ صرف وقت برباد کر رہے ہیں بلکہ ایسے ایسے مشغلوں اور مکالموں میں مصروف ہیں کہ جن سے اللہ کا غضب واجب ہو جاتا ہے۔ برقعہ پوش اور شریف عورتیں اور بچیاں گزرتے ہوئے گھبراتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر چاقو نکل آتے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے ان کی اصلاح کی فکر کی؟ کبھی انہیں مسجد میں آنے کی دعوت دی؟ کبھی انہیں اس دنیا میں آنے اور مسلمان ہونے کا مقصد سمجھایا؟ میرا مستحکم خیال ہے کہ دور حاضر کی شرانگیزیوں کے پیش نظر آج غیروں کو اسلام کی دعوت دینے سے زیادہ ضروری اِن اوباش نوجوانوں کو اسلامی شعائر کی طرف لانا ہے۔ آپ کے اخلاق واعمال درست ہوں گے تو دوسرے لوگ خود اسلام کی تعلیمات اور آپ کے عمل سے متاثر ہوں گے۔ جو پہلے سے ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہیں وہ تو اسلامی تعلیمات اور اخلاق نبوی ﷺ سے کوسوں دور ہیں اور آپ ان لوگوں کو دعوت دینے کا

جو کھم بھرا کام کر رہے ہیں جنہوں نے 2014 اور پھر 2017 میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ انتہائی لا اعتبار مخلوق ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ (پہلے) اپنے اعزاء واقرباء اور اہل خانہ کو اللہ سے ڈرایئے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ خود تو بے خوف ہیں اور دوسروں کے گھروں پر دستک دے کر سمجھتے ہیں کہ دعوت کا فریضہ انجام دے دیا۔

اس وقت جس کو دیکھئے وہ ملکی تناظر میں مایوسی بھری باتیں کر رہا ہے، سوشل میڈیا کی وسعت نے یہ سمجھنا اور بھی آسان کر دیا ہے کہ اس وقت ہندوستانی مسلمان جس طرح اظہار خیال کر رہا ہے اس سے لگتا ہے کہ وہ حکمرانوں سے تصادم کی راہ پر ہے۔ حالانکہ اس کے اندر اتنی بھی سکت نہیں کہ وہ تصادم کا تصور بھی کر سکے۔ اس طرز کو فوراً خیر باد کہنا ہوگا۔ اب رجوع الی اللہ کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ آپ جب اللہ کی طرف لوٹتے ہیں تو بڑے سے بڑے مسائل کا حل بھی پاتے ہیں۔ ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال پر قرآن ہمیں تسلی دیتا ہے۔ علماء سے پوچھئے کہ کیا **وتلک الایام نُداوِلھا بینَ الناسِ** ایسے ہی مواقع کیلئے نہیں ہے؟ خالقِ کائنات کا فرمان ہے کہ ''ہم ان دنوں (وقت) کو لوگوں کے درمیان گھماتے پھراتے رہتے ہیں''۔ یوپی میں ایک کہاوت مشہور ہے: کبھی کا دن بڑا کبھی کی رات۔ جس طرح ہر تاریک شب کے بعد روشن صبح نمودار ہوتی ہے اسی طرح ملک کے یہ تاریک سیاسی حالات بھی روشن حالات میں تبدیل ہوں گے۔ لیکن راتوں رات نہیں بلکہ بتدریج۔ اللہ کی سنت کے مطابق۔ مسلمانوں کے پاس ان کا سب سے مضبوط ہتھیار ان کا عقیدہ ہے۔ انہیں نہ کچھ پریشان ہونے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ موجودہ صورت حال پر صبر کریں اور اپنے معاملہ کو انتظار کے خانہ میں ڈال دیں۔ وہ اپنی اصلاح کریں اور اپنے بلند اخلاق برادران وطن کے سامنے پیش کریں۔ وہ یہ سمجھ لیں کہ مسلمانوں کی جو ہندو مخالف شبیہ بنا کر پیش کی گئی تھی وہ مستحکم سے مستحکم تر ہوگئی ہے۔ اس شبیہ کو ہم اپنے موجودہ طرز عمل سے اور تقویت ہی بخش رہے ہیں۔

واپس آیئے......اسی طرز پر واپس آیئے جس پر ہمارے اسلاف قائم تھے......وہ اسلاف جو خاموش رہتے تو زمانہ ان کی زبان بن جاتا تھا اور جب لب کھولتے تھے تو زمانہ ہمہ تن گوش ہو کر انہیں سنتا تھا۔

نعمت گھر سے چلی گئی تو واپس نہیں آتی

ڈاکٹر علی البدر سعودی عرب

میں اپنے گھر سے نکلا تو ایک افغانی کو دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہا ہے۔ میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی مگر اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ جب قدرے سکون ہوا تو میں نے اس سے رونے کی وجہ دوبارہ پوچھی تو آنسو پوچھتے ہوئے اس نے کچرے دان کی طرف اشارہ کیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوڑے کے ڈبے میں چاول، گوشت، سبزیاں اور تازہ پھل پڑے ہوئے ہیں۔ کھانے کی تمام چیزیں صحیح سلامت ہیں۔ اس نعمت کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا: ہمارے ملک افغانستان میں بھی کسی زمانے میں خوشحالی تھی۔ اُس دور میں ہم بھی جو کھانا بچ جاتا تھا اسے پھینک دیتے تھے۔ اس کی آج ہمیں یہ سزا ملی ہے کہ ہمارے ملک میں 30 سال سے جنگ ہے اور لوگ خوراک کو ترس رہے ہیں۔

ایک شخص حلفیہ کہتا ہے:

میں کسی زمانے میں صومالیہ گیا۔ وہاں کے عجائب گھر میں صومالیہ کے علمائے کرام کا فتویٰ دیکھا۔ یہ فتویٰ 120 سال پرانا ہے۔ فتوے میں لکھا تھا ''صومالیہ کے لوگوں کیلئے یہ بات جائز ہے کہ وہ نجد (ریاض اور اس کے اطراف کا علاقہ) کے لوگوں کو اپنی زکوٰۃ دیا کریں کیونکہ نجد کے مسلمان انتہائی غریب ہیں اور ان کے ہاں مستقل قحط ہے''۔

سعودی عرب کے جنوبی علاقے کے ایک معمر شخص کا کہنا ہے:

تیل کی دولت سے پہلے ہمارے ملک میں فقر و فاقہ تھا۔ اُس وقت صومالیہ امیر ممالک میں شمار ہوتا تھا۔ دیگر لوگوں کی طرح میں بھی صومالیہ کمانے گیا۔ اُس وقت صومالیہ کے لوگ بچا ہوا کھانا کوڑے دان میں ڈال دیتے تھے۔ آج صومالیہ کا حال یہ ہے کہ وہاں بچے ہوئے کھانے کو لوگ ترس رہے ہیں۔

نعمت حفاظت کی متقاضی ہے۔ نعمت گھر سے چلی گئی تو واپس نہیں آتی۔

گھر کیلئے ایک دستور اور قانون"

ڈاکٹر عبدالکریم بکار شامی

*والدین اس انتظار میں نا رہیں کہ تربیت گاہیں ان کی اولاد کو اچھا شہری بنائیں، انہیں خود اس ذمہ داری کو پورا کرنا ہوگا کہ اپنے بچوں کو معاشرے کا ذمہ دار فرد بنائیں۔

*اچھا ہو کہ والدین گھروں میں کچھ ایسے ہلکے پھلکے قانون بنایں جن پر عمل کر کے بچوں کے کردار میں پختگی آئے اور ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو۔

اس ضمن میں چند لوائح العمل پیش خدمت ہیں۔

1: گھر کا ہر فرد نماز وقت پر ادا کرے۔

2:"مہربانی" اور "جزک اللہ" کے کلمات بنیادی ضوابط ہونگے جن سے کوئی بھی بری نہیں ہوگا۔

3: مار پٹائی، گالم گلوچ یا لعن طعن نہیں ہوگی۔

4: اپنے محسوسات اور خیالات ادب واحترام کے ساتھ بتائیے۔

5: جو جس چیز کو (دروازہ، کھڑکی، ڈبہ) کھولے گا اسے بند بھی کرے گا۔ کچھ گر جائے تو اسے اٹھائے گا اور صاف کر کے رکھے گا۔

6: آپ کا کمرہ خالص آپ کی ذمہ داری ہے۔

7: بات ٹوکے بغیر سنی جائے گی اور درمیان میں سے کوئی نہیں کاٹے گا۔

8: دوسروں کے سامنے دھیمے لہجہ میں ہرگز گفتگو نہیں کریں گے کہ کوئی سن نہ سکے۔

9: گھر کے بزرگ/ والدین کوئی بات/مشورہ یا حکم دیں اسے ماننا ہوگا۔

10: گھر میں سلام کرنا ہوگا۔

11: گھر کا ہر فرد روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا۔

12: جو ملنے آئے وہ قوانین کا احترام کرے۔

13: گھر کا کوئی بھی فرد کمروں میں کچھ نہیں کھائے گا۔

14: رات کو (00:10) کے بعد کوئی نہیں جاگے گا۔

15: فجر سے پہلے ہر بچے اور بڑے جاگنا ہوگا۔

16: سمارٹ فون اور ڈیوائسز 9a.m کے 9p.m درمیان استعمال کی جا سکتی ہیں۔اور 15 منٹ کے مسلسل استعمال کے بعد 1 گھنٹے کا وقفہ ضروری ہوگا-

17: والدین: احترام ضروری ہوگا۔

18: مل کر بیٹھنے کا وقت طے کیا جائے، کسی قسم کی مواصلاتی ڈیوائس (فون/ پیڈ) کا استعمال منع ہوگا۔

19: کھانے کے وقت سب کی حاضری اور شمولیت ضروری ہوگی۔

20: رات کو (10 بجے) کے بعد کسی تعلیمی سرگرمی کی اجازت نہیں ہوگی۔

21: گھر کے افراد گھر اور گھر میں موجود ہر شئے کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

22: اپنا کام ہر کوئی خود کرے گا، دوسرے پر حکم نہیں جھاڑے گا، گھر کے سربراہان اپنا کام کسی کو کہہ سکتے ہیں-

23: خاندان کی ضروریات کسی دوسری ضرورت پر مقدم ہونگی۔

24: کسی کے کمرے یا علیحدگی والی جگہ پر دروازہ کھٹکھٹائے یا اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔

25: مہمان کے آنے پر خوش اور انہیں خوش آمدید کہا جائے-

26: مہمان کی خاطر مدارات کی جائے کیونکہ مہمان کے سامنے پیش کی جانے والی چیزوں کا اللہ کے ہاں حساب نہ ہوگا-مہمان اپنے ساتھ اللہ کی رحمت لاتا ہے۔

☆☆☆

ایک درخت کے بدلے جنت

سعدیٰ صالحہ

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک یتیم جوان شکایت لیئے حاضر خدمت ہوا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! میں اپنی کھجوروں کے باغ کے اردگرد دیوار تعمیر کرا رہا تھا کہ میرے ہمسائے کی کھجور کا ایک درخت دیوار کے درمیان میں آ گیا۔ میں نے اپنے ہمسائے سے درخواست کی کہ وہ اپنی کھجور کا درخت میرے لیئے چھوڑ دے تاکہ میں اپنی دیوار سیدھی بنوا سکوں، اس نے دینے سے انکار کیا تو میں نے اُس کھجور کے درخت کو خریدنے کی پیشکش کر ڈالی، میرے ہمسائے نے مجھے کھجور کا درخت بیچنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

آپ ﷺ نے اس کے ہمسائے کو بلا اسے نوجوان کی شکایت سنائی جسے اس نے تسلیم کیا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ تم اپنی کھجور کا درخت اِس نوجوان کیلیئے چھوڑ دو یا اس درخت کو نوجوان کے ہاتھوں فروخت کر دو اور قیمت لے لو۔ اس آدمی نے دونوں حالتوں میں انکار کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی بات کو ایک بار پھر دہرایا اور فرمایا کہ کھجور کا درخت اِس نوجوان کو فروخت کر کے پیسے بھی وصول کر لو اور تمہیں جنت میں بھی ایک عظیم الشان کھجور کا درخت ملے گا جس کے سائے کی طوالت میں سوار سو سال تک چلتا رہے گا...... یہ ایسی پیشکش تھی جسکو سنکر مجلس میں موجود صحابہ کرام دنگ رہ گئے، مگر وائے قسمت کہ دنیاوی مال و متاع کی لالچ اور طمع آڑے آ گئی اور اس شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچنے سے انکار کر دیا...... مجلس میں موجود ایک صحابی (ابا الدحداح) آگے بڑھے اور عرض کیا کہ اگر میں کسی طرح وہ درخت خرید کر اِس نوجوان کو دیدوں تو کیا مجھے جنت کا وہ درخت ملے گا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں تمہیں وہ درخت ملے گا۔

ابا الدحداح اس آدمی کی طرف پلٹے اور اس سے پوچھا میرے کھجوروں کے باغ کو جانتے ہو؟ اس آدمی نے فوراً جواب دیا؛ جی کیوں نہیں، مدینے کا کونسا ایسا شخص ہے جو ابا الدحداح کے چھ سو کھجوروں کے باغ کو نہ جانتا ہو، ایسا باغ جس کے اندر ہی ایک محل تعمیر کیا گیا ہے، باغ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں اور باغ کے اردگرد تعمیر خوبصورت اور نمایاں دیوار دُور سے ہی نظر آتی ہے۔ مدینہ کے سارے تاجر اس باغ کی اعلیٰ اقسام کی کھجوروں کو کھانے اور خریدنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔

ابالداحداح نے اس شخص کی بات کو مکمل ہونے پر کہا، تو پھر کیا تم اپنے اس کھجور کے ایک درخت کو میرے سارے باغ کے بدلے میں فروخت کرتے ہو؟ اس شخص نے غیر یقینی سے سرکارِ دوعالم کی طرف دیکھا کہ کیا عقل مانتی ہے کہ ایک کھجور کے بدلے میں اسے ابالداحداح کے چھ سو کھجوروں کے باغ کا قبضہ بھی مِل پائے گا کہ نہیں؟ معاملہ تو ہر لحاظ سے فائدہ مند نظر آ رہا تھا۔

حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے گواہی دی اور معاملہ طے پا گیا......ابالداحداح نے خوشی سے حضور ﷺ کو دیکھا اور سوال کیا؛ یا رسول اللہ ﷺ جنت میں میرا ایک کھجور کا درخت پکا ہو گیا ناں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جنت تو محض ایک درخت کے بدلے میں عطا فرماتا، تم نے تو اپنا پورا باغ ہی دیدیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں کھجوروں کے اتنے باغات عطا کئے ہیں کہ کثرت کی بنا پر جنت کے درختوں کی گنتی بھی نہیں کی جا سکتی۔ ابالدحداح! میں پھل سے لدے ہوئے ان درختوں کی کس قدر تعریف بیان کروں؟ آپ ﷺ اپنی اِس بات کو اسقدر دہراتے رہے کہ محفل میں موجود ہر شخص یہ حسرت کرنے لگا اے کاش! وہ ابالداحداح ہوتا۔

ابالداحداح نے گھر پہنچ کر باہر سے ہی اپنی بیوی کو آواز دی کہ میں نے چار دیواری سمیت باغ، محل اور کنواں بیچ دیا ہے۔ بیوی اپنے خاوند کی کاروباری خوبیوں اور صلاحیتوں کو اچھی طرح جانتی تھی، اس نے اپنے خاوند سے پوچھا؛ ابالداحداح کتنے میں بیچا ہے؟

ابالداحداح نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے یہاں کا ایک درخت جنت میں لگے ایسے ایک درخت کے بدلے میں بیچا ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال تک چلتا رہے۔ بیوی نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا؛

ابالداحداح، تو نے منافع کا سودا کیا ہے......
ابالداحداح، تو نے منافع کا سودا کیا ہے......

(مسند احمد)

باپ کا خط بیٹے کے نام

طاہر بن حسین کا اپنے بیٹے عبداللہ کو ایک تاریخی مکتوب

میرے عزیز بیٹے!

پانچ نمازیں جو خدا نے تم پر فرض کی ہیں، ان کو ٹھیک وقت پر اور جماعت کے ساتھ ادا کرو، وضو اور طہارت کے جو شرائط ہیں ان سب کو لحاظ رکھو، نماز میں جو سورتیں پڑھو، ان کو آہستگی اور ترتیل کے ساتھ ادا کرو، رکوع اور سجدہ کرنے میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہونا چاہیے، غرض کہ نماز کے جتنے ارکان ہیں ان سب کو نہایت اطمینان سے انجام دو، جو لوگ تمہارے مصاحبوں اور ندیموں میں داخل ہوں، ان کو بھی اس بات کی ترغیب دو کہ وہ نماز با جماعت پڑھا کریں، نماز سے، جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے، نیکیوں کی تحریک ہوتی ہے اور انسان بدیوں اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، تم پر بھی لازم ہے کہ رسول خدا کی سنت کی پیروی کرو اور خلفائے راشدین وسلف صالحین کے طریقہ زندگی کو اختیار کرو۔

جب کوئی مشکل پیش آئے تو خدا سے دعا کرو وہ تمہیں اس کے حل کرنے کی توفیق دے اور وہ پہلو سمجھائے جو سراسر نیک ہو۔ پھر اس بات کو کوشش کرو کہ وہ کام ایسے طریقہ سے انجام دیا جائے جو خدا کے احکام اور رسول اللہ کی ہدایتوں اور نصیحتوں کے خلاف نہ ہو، اس کے بعد اس کام پر ہاتھ ڈالو اور انصاف کو کبھی اور کسی معاملہ میں ہاتھ سے نہ دو۔ ہر معاملہ کا جو تمہارے عزیزوں اور دوستوں سے تعلق رکھتا ہو، یا اجنبی لوگوں کے متعلق ہو، انصاف کے موافق فیصلہ کرو، اس کا بالکل خیال نہ کرو کہ تم اس فیصلے کو پسند کرتے ہو یا ناپسند کرتے ہو۔

حسن سیرت

نسیم احمد غازی فلاحی دہلی

حسن سیرت، تعلق باللہ اور فکر آخرت تا ثیر کو ایک زبردست قوتِ تسخیر میں تبدیل کر دیتی ہے ......خدا کی راہ میں کام کرنے والے لوگوں کو عالی ظرف اور فراخ حوصلہ ہونا چاہئے...... ہمدرد خلائق اور خیر خواہِ انسانیت اور کریم النفس وشریف الطبع ہونا چاہئے......خوددار اور خوگرِ قناعت ہونا چاہئے......متواضع اور منکسر المز اج ہونا چاہئے......شیریں کلام اور نرم خو ہونا چاہئے......وہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں، جن سے کسی کو شر کا اندیشہ نہ ہو اور ہر ایک ان سے خیر خواہی کا متوقع ہو...... جو اپنے حق سے کم پر راضی ہوں اور دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دینے پر تیار ہوں...... جو برائی کا جواب بھلائی سے دیں یا کم سے کم برائی سے نہ دیں...... جو اپنے عیوب کے معترف اور دوسروں کی بھلائیوں کے قدردان ہوں...... جو اتنا بڑا دل رکھتے ہوں کہ لوگوں کی کمزوریوں سے چشم پوشی کر سکیں......قصوروں کو معاف کر سکیں......زیادتیوں سے درگزر کر سکیں......اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لیں...... جو خدمت لے کر نہیں، خدمت کر کے خوش ہوتے ہوں......اپنی غرض کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کی بھلائی کے لیے کام کریں...... ہر تعریف سے بے نیاز اور ہر مذمت سے بے پرواہ ہو کر وہ اپنا فرض انجام دیں اور خدا کے سوا کسی کے اجر پر نگاہ نہ رکھیں...... جو طاقت سے دبائے نہ جا سکیں...... دولت سے خریدے نہ جا سکیں......مگر حق اور راستی کے آگے بے تأمل سر جھکا دیں......جن کے دشمن بھی ان پر بھروسہ رکھتے ہوں کہ کسی حال میں ان سے شرافت اور انصاف کے خلاف کوئی حرکت سرزد نہیں ہو سکتی...... یہ دلوں کو موہ لینے والے اخلاق ہیں۔ان کی کاٹ تلوار کی کاٹ سے بڑھ کر اور ان کا سرمایہ سیم وزر کی دولت سے گراں تر ہے۔کسی فرد کو یہ اخلاق میسر ہوں تو وہ اپنے گرد وپیش کی آبادی کو مسخر کر لیتا ہے۔ یہ تعلیم جتنی کل بھی مؤثر تھی آج مؤثر ہے: بس ضرورت یہ ہے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات آ جائے اور ہم اس کو اپنا لیں۔

☆☆☆

حجاج کرام کی بعض غلطیاں

مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

حج ایسی عبادت ہے جو زندگی میں ایک مرتبہ صاحب استطاعت پر فرض ہے، اگرچہ ایک سے زیادہ مرتبہ حج کی ادائیگی کی ترغیب حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات میں واضح طور پر ملتی ہیں، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پے درپے حج وعمرے کیا کرو۔ بے شک یہ دونوں (حج اور عمرہ) فقر یعنی غریبی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔ (ابن ماجہ)

انسان کو اپنی زندگی میں بار بار حج کرنے کی توفیق عام طور پر نہیں ملتی ہے۔ حج کے مسائل کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ حج کی ادائیگی کے بغیر ان کا سمجھنا بظاہر مشکل ہے، نیز پہلے سے خاطر خواہ تیاری نہ ہونے کی وجہ سے بھی عام حاجی اپنے حج کی ادائیگی میں غلطیاں کرتا ہے۔ بعض غلطیاں حج کے صحیح نہ ہونے یا دم کے واجب ہونے کا سبب بنتی ہیں۔ لہذا عازمین حج کو چاہئے کہ وہ حجاج کرام سے سرزد ہونے والی مندرجہ ذیل غلطیوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں تاکہ حج کی ادائیگی صحیح طریقہ پر ہو اور ان کا حج حج مبرور بنے جس کا بدلہ جنت الفردوس ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دونوں عمروں کے درمیان سرزد ہوں اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۱) حج کے اخراجات میں حرام مال کا استعمال کرنا۔ حج اور عمرہ کے لئے صرف پاکیزہ حلال کمائی میں سے خرچ کرنا چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی حج کے لئے رزق حلال لے کر نکلتا ہے اور اپنا پاؤں سواری کے رکاب میں رکھ کر (یعنی سواری پر سوار ہوکر) لبیک کہتا ہے تو اس کو آسمان سے پکارنے والے جواب دیتے ہیں، تیری لبیک قبول ہو اور رحمت الٰہی تجھ پر نازل ہو، تیرا سفر خرچ حلال اور تیری سواری حلال اور تیرا حج مقبول ہے اور تو گناہوں سے پاک ہے۔ اور جب آدمی حرام کمائی کے ساتھ حج کے لئے نکلتا ہے اور سواری کے رکاب پر پاؤں رکھ کر لبیک کہتا ہے تو آسمان کے منادی جواب دیتے ہیں تیری لبیک قبول نہیں، نہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، تیرا سفر خرچ حرام، تیری کمائی حرام اور تیرا حج غیر مقبول ہے۔ (طبرانی)

ہمیشہ ہمیں حلال رزق پر ہی اکتفاء کرنا چاہئے خواہ بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو۔حرام رزق کے تمام وسائل سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔(ترمذی)

(۲) حج کے سفر سے قبل حج کے مسائل کو دریافت نہ کرنا۔لہذا عازمین حج کو چاہئے کہ وہ حج کی ادائیگی پر جانے سے قبل علماء کرام سے رجوع فرما کر مسائل حج کو اچھی طرح ذہن نشین کریں۔

(۳) بعض لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اگر کسی نے عمرہ کیا تو اس پر حج فرض ہو گیا، یہ غلط ہے۔اگر وہ صاحب استطاعت نہیں ہے یعنی اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ حج ادا کر سکے تو اس پر عمرہ کی ادائیگی کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوتا ہے اگرچہ وہ عمرہ حج کے مہینوں میں ادا کیا جائے پھر بھی عمرہ کی ادائیگی کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوگا۔

(۴) اپنی طرف سے حج کئے بغیر دوسرے کی جانب سے حج بدل کرنا۔

(۵) سفر حج کے دوران نمازوں کا اہتمام نہ کرنا۔یاد رکھیں کہ اگر غفلت کی وجہ سے ایک وقت کی نماز بھی فوت ہوگئی تو مسجد حرام کی سونفلوں سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوسکتی ہے۔نیز جو لوگ نماز کا اہتمام نہیں کرتے وہ حج کی برکات سے محروم رہتے ہیں اور ان کا حج مقبول نہیں ہوتا ہے۔

(۶) حج کے اس عظیم سفر کے دوران لڑنا، جھگڑنا حتی کہ کسی پر غصہ ہونا بھی غلط ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حج کے چند مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج کو لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل میلاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا رہے۔(سورۃ البقرہ آیت ۱۹۷) نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا اور شہوانی باتوں اور فسق و فجور سے بچا، وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے اس دن پاک تھا جب اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔ (بخاری و مسلم)

(۷) بڑی غلطیوں میں سے ایک بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھ جانا ہے۔لہذا ہوائی جہاز پر سوار ہونے والے حضرات ایرپورٹ پر ہی احرام باندھ لیں یا احرام لے کر ہوائی جہاز میں سوار ہوجائیں اور میقات سے پہلے پہلے باندھ لیں۔

(۸) بعض حضرات شروع ہی سے اضطباع (یعنی داہنی بغل کے نیچے سے احرام کی چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا) کرتے ہیں، یہ غلط ہے بلکہ صرف طواف کے دوران اضطباع کرنا سنت ہے۔لہذا دونوں بازوؤں ڈھانک کر ہی نماز پڑھیں۔

(۹) بعض حجاج کرام حجر اسود کا بوسہ لینے کے لئے دیگر حضرات کو تکلیف دیتے ہیں حالانکہ بوسہ لینا صرف سنت ہے جبکہ دوسروں کو تکلیف پہونچانا حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خاص طور سے تاکید فرمائی تھی کہ دیکھو تم قوی آدمی ہو حجر اسود کے استلام کے وقت لوگوں سے مزاحمت نہ کرنا، اگر جگہ ہو تو بوسہ لینا ورنہ صرف استقبال کر کے تکبیر و تہلیل کہہ لینا۔

(۱۰) حجر اسود کا استلام کرنے کے علاوہ طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف چہرا یا پشت کرنا غلط ہے، لہذا طواف کے وقت آپ کا چہرہ سامنے ہو اور کعبہ آپ کے بائیں جانب ہو۔ اگر طواف کے دوران آپ کا چہرا کعبہ کی طرف ہو جائے تو اس پر دم لازم نہیں ہوگا، لیکن قصداً ایسا نہ کریں۔

(۱۱) بعض حضرات حجر اسود کے علاوہ خانہ کعبہ کے دیگر حصہ کا بھی بوسہ لیتے ہیں اور چھوتے ہیں جو غلط ہے، بلکہ بوسہ صرف حجر اسود یا خانہ کعبہ کے دروازے کا لیا جاتا ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کعبہ کے کسی حصہ کو بھی طواف کے دوران نہ چھوئیں، البتہ طواف اور نماز سے فراغت کے بعد ملتزم پر جا کر اس سے چمٹ کر دعائیں مانگنا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

(۱۲) رکن یمانی کا بوسہ لینا یا دور سے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا غلط ہے، بلکہ طواف کے دوران اس کو صرف ہاتھ لگانے کا حکم ہے وہ بھی اگر سہولت سے کسی کو تکلیف دئے بغیر ممکن ہو۔

(۱۳) بعض حضرات مقام ابراہیم کا استلام کرتے ہیں اور اس کا بوسہ لیتے ہیں، علامہ نوویؒ نے ایضاح اور ابن حجر مکیؒ نے توضیح میں فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم کا نہ استلام کیا جائے اور نہ اس کا بوسہ لیا جائے، یہ مکروہ ہے۔

(۱۴) بعض حضرات طواف کے دوران حجر اسود کے سامنے دیر تک کھڑے رہتے ہیں، ایسا کرنا غلط ہے کیونکہ اس سے طواف کرنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے، صرف تھوڑا رک کر اشارہ کریں اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر آگے بڑھ جائیں۔

(۱۵) بعض حجاج کرام طواف کے دوران اگر غلطی سے حجر اسود کے سامنے سے اشارہ کئے بغیر گزر جائیں تو وہ حجر اسود کے سامنے دوبارہ واپس آنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں جس سے طواف کرنے والوں کو بے حد پریشانی ہوتی ہے، اس لئے اگر کبھی ایسا ہو جائے اور ازدحام زیادہ ہو تو دوبارہ واپس آنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ طواف کے دوران حجر اسود کا بوسہ لینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا سنت ہے واجب نہیں۔

(۱۶) طواف کے دوران رکن یمانی کو چھونے کے بعد (حجر اسود کی طرح) ہاتھ کا بوسہ دینا غلط ہے۔

(۱۷) طواف اور سعی کے ہر چکر کے لئے مخصوص دعا کو ضروری سمجھنا غلط ہے، بلکہ جو چاہیں اور جس زبان

میں چاہیں دعا کریں۔

(۱۸) ازدہام کے وقت حجاج کرام کو تکلیف دے کر مقام ابراہیم کے قریب ہی طواف کی دو رکعات ادا کرنے کی کوشش کرنا غلط ہے، بلکہ مسجد حرام میں جہاں جگہ مل جائے یہ دو رکعات ادا کرلیں۔

(۱۹) طواف اور سعی کے دوران چند حضرات کا آواز کے ساتھ دعا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے دوسرے طواف اور سعی کرنے والوں کی دعاؤں میں خلل پڑتا ہے۔

(۲۰) بعض حضرات کو جب طواف یا سعی کے چکروں میں شک ہوجاتا ہے تو وہ دوبارہ طواف یا سعی کرتے ہیں، یہ غلط ہے بلکہ کم عدد تسلیم کرکے باقی طواف یا سعی کے چکر پورے کریں۔

(۲۱) بعض حضرات صفا اور مروہ پر پہونچ کر خانہ کعبہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں، ایسا کرنا غلط ہے بلکہ دعا کی طرح دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کریں، ہاتھ سے اشارہ نہ کریں۔

(۲۲) بعض حضرات نفلی سعی کرتے ہیں جبکہ نفلی سعی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(۲۳) بعض حجاج کرام عرفات میں جبل رحمت پر چڑھ کر دعائیں مانگتے ہیں، حالانکہ پہاڑ پر چڑھنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس کے نیچے یا عرفات کے میدان میں کسی بھی جگہ کھڑے ہوکر کعبہ کی طرف رخ کرکے ہاتھ اٹھا کر دعائیں کریں۔

(۲۴) عرفات میں جبل رحمت کی طرف رخ کرکے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے دعائیں مانگنا غلط ہے بلکہ دعا کے وقت کعبہ کی طرف رخ کریں خواہ جبل رحمت پیچھے ہو یا سامنے۔

(۲۵) عرفات سے مزلفہ جاتے ہوئے راستہ میں صرف مغرب یا مغرب اور عشاء دونوں کا پڑھنا صحیح نہیں ہے، بلکہ مزدلفہ پہونچ کر ہی عشاء کے وقت میں دونوں نمازیں ادا کریں۔

(۲۶) بعض حضرات عرفات سے نکل کر مزدلفہ کے میدان آنے سے قبل ہی مزدلفہ سمجھ کر رات کا قیام کرلیتے ہیں۔جس سے ان پر دم بھی واجب ہوسکتا ہے، لہٰذا مزدلفہ کی حدود میں داخل ہوکر ہی قیام کریں۔

(۲۸) مزدلفہ پہونچ کر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے ہی کنکریاں اٹھانا صحیح نہیں ہے، بلکہ مزدلفہ پہونچ کر سب سے پہلے عشاء کے وقت میں دونوں نمازیں ادا کریں۔

(۲۹) بہت سے حجاج کرام مزدلفہ میں ۱۰ ذی الحجہ کی فجر کی نماز پڑھنے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں اور قبلہ رخ ہونے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے جس سے فجر کی نماز نہیں ہوتی۔لہٰذا فجر کی نماز وقت داخل ہونے کے بعد ہی پڑھیں نیز قبلہ کا رخ واقف حضرات سے معلوم کریں۔

(۳۰) مزدلفہ میں فجر کی نماز کے بعد عرفات کے میدان کی طرح ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہوکر خوب دعائیں مانگی جاتی ہیں، مگر اکثر حجاج کرام اس اہم وقت کے وقوف کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(۳۱) بعض حضرات وقت سے پہلے ہی کنکریاں مارنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ رمی کے اوقات سے پہلے کنکریاں مارنا جائز نہیں ہے۔ پہلے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد سے کنکریاں ماری جاسکتی ہیں، بعض فقہاء نے صبح صادق کے بعد سے کنکریاں مارنے کی اجازت دی ہے، مگر ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کو زوال آفتاب یعنی ظہر کی اذان کے بعد ہی کنکریاں ماری جاسکتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص غروب آفتاب سے قبل کنکریاں نہ مارسکا تو ہر دن کی کنکریاں اُس دن کے بعد آنے والی رات میں بھی مارسکتا ہے۔

(۳۲) بعض لوگ کنکریاں مارتے وقت یہ سمجھتے ہیں کہ اس جگہ شیطان ہے اسلئے کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس کو گالی بکتے ہیں اور جوتا وغیرہ بھی ماردیتے ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں ماری جاتی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اللہ کے حکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کیلئے لے جارہے تھے تو شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہیں تین مقامات پر بہکانے کی کوشش کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تینوں مقامات پر شیطان کو کنکریاں ماری تھیں۔

(۳۳) بعض خواتین صرف بھیڑ کی وجہ سے خود رمی نہیں کرتیں بلکہ ان کے محرم ان کی طرف سے بھی کنکریاں ماردیتے ہیں، اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ صرف بھیڑ عذر شرعی نہیں ہے اور بلا عذر شرعی کسی دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں ہے۔ عورتیں اگر دن میں کنکریاں مارنے نہیں جاسکتی ہیں تو وہ رات میں جا کر کنکریاں ماریں، ہاں اگر کوئی عورت بیمار یا بہت زیادہ کمزور ہے کہ وہ جمرات جا ہی نہیں سکتی ہے تو اس کی جانب سے کوئی دوسرا شخص رمی کرسکتا ہے۔

(۳۴) بعض حضرات ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو پہلے جمرہ اور بیچ والے جمرہ پر کنکریاں مارنے کے بعد دعائیں نہیں کرتے، یہ سنت کے خلاف ہے، لہذا پہلے اور بیچ والے جمرہ پر کنکریاں مارکر ذرا دائیں یا بائیں جانب ہٹ کر خوب دعائیں کریں۔ یہ دعاؤں کے قبول ہونے کے خاص اوقات ہیں۔

(۳۵) بعض لوگ ۱۲ ذی الحجہ کی صبح کو منی سے مکہ طواف وداع کرنے کے لئے جاتے ہیں اور پھر منی واپس آکر آج کی کنکریاں زوال کے بعد مارتے ہیں اور یہیں سے اپنے شہر کو سفر کر جاتے ہیں۔ یہ غلط ہے، کیونکہ آج کی کنکریاں مارنے کے بعد ہی طواف وداع کرنا چاہیے۔

تحقیقی مقالہ......تعارف اور طریقہ کار

مفتی امانت علی قاسمی حیدر آباد

تحقیق اور اصول تحقیق کے موضوع پر عربی اور انگریزی زبان کے علاوہ اردو میں بھی کافی لکھا جا چکا ہے، اور آئے دن تحقیق کے موضوع پر کتابیں منظر عام پر آ رہی ہیں، لیکن اردو زبان میں چند کتابیں اس موضوع پر بہت اہم ہیں جن میں ڈاکٹر گیان چند کی کتاب 249249 تحقیق کا فن،، ابواب و مضامین کے اعتبار سے اپنے موضوع کو محیط ہے؛ بلکہ اردو زبان میں اس موضوع پر مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، ڈاکٹر جمیل جالبی اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

کتاب میں نہ صرف ان کی زندگی کے علمی و تحقیقی تجربوں اور وسیع گہرے مطالعے کا نچوڑ آ گیا ہے، بلکہ ترتیب کے ساتھ فن تحقیق کے وہ سارے پہلو آ گئے ہیں جو تحقیق کرنے والے طالب علم، استاذ اور سب محققوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ میری نظر سے اس موضوع پر ابھی تک کوئی ایسی کتاب نہیں گزری جس میں تحقیق کے سارے پہلوؤں اور طلبہ کی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر کتاب لکھی گئی ہو، یہ کتاب تحقیق کے سلسلے میں اسی لئے ایک بنیادی حوالے کی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔

(ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، ص:۲، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۱۰۲ء)۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے جامع ہے، اس لئے میں اپنے عنوان کو اسی کتاب کے حوالے سے پیش کروں گا گویا میرا مضمون ''تحقیق کا فن'' کے بعض ابواب کا خلاصہ ہے البتہ بعض دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کرتے ہوئے اس موضوع کو مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔

تحقیق کی تعریف

لغت میں تحقیق کے معنی چھان بین، کھوج اور تفتیش کے ہیں۔ تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے اس کے اصلی حروف ح۔ق۔ق۔ ہیں اس کا مطلب ہے حق کو ثابت کرنا، حق کی طرف پھیرنا، حق کے معنی سچ کے بھی آتے ہیں اور حق سے دوسرا لفظ حقیقت بنا ہے یعنی تحقیق سچ یا حقیقت کی دریافت کا عمل ہے۔

اصطلاح میں ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جائے۔ڈاکٹر عبدالحمید عباسی تحقیق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

تحقیق کے معنی ہیں کسی مسئلہ (موضوع) کے بارے میں ایسے اسلوب سے کھوج لگانا کہ اس کی اصلی شکل خواہ معلوم ہو یا غیر معلوم اس طرح نمایاں ہو جائے کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے (عبدالحمید خاں عباسی،اصول تحقیق ص: ۷۷، نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد ۲۰۰۲)

تحقیق کے مقاصد

تحقیق کے بنیادی طور پر چار مقاصد ہیں (۱) غیر موجود حقائق کی دریافت (۲) موجود حقائق کا دوبارہ جائزہ لینا (۳) حدود علم کی توسیع (۴) مناسب اسلوب، ڈاکٹر ناگیندر، جو ہندی کے مشہور ناقد ہیں انہوں نے دو مقاصد کا اضافہ کیا ہے (۵) مواد کی تنقیح (۶) فکر کی مدد سے اصول کی تلاش

تحقیق کی قسمیں:

تحقیق کا عمل زندگی کے ہر شعبے میں ملتا ہے، بنیادی طور پر تحقیق کی دو قسمیں کی جاتی ہیں (۱) خالص یا نظریاتی تحقیق (۲) اطلاقی تحقیق۔

خالص تحقیق کو بنیادی تحقیق بھی کہتے ہیں ،جس کا مقصد معلومات کا دائرہ وسیع کرنا ہوتا ہے، اس تحقیق میں بہت سے سوالات اور موضوع سے متعلق بہت سے گوشے کو بے نقاب کیا جاتا ہے، نئے حقائق کی فراہمی اور مختلف عوامل کے نظریات کے بارے میں تصوراتی ڈھانچے کی ترتیب بھی اس کے مقاصد میں شامل ہیں۔اطلاقی تحقیق کا مقصد نتائج کی روشنی میں خالص تحقیق کو پرکھنا ہے، یعنی اس میں صرف معلومات کو حاصل کرنا مقصود نہیں ہے؛ بلکہ نتائج کو عملی شکل میں دیکھنا بھی مقصود ہوتا ہے (عبدالحمید خاں عباسی، اصول تحقیق ص:۱۳۱۔۵، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلامی آباد ۲۰۰۲)

تحقیق کے مختلف میدانوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو تحقیق کی دو قسمیں سامنے آتیں ہیں (۱) تجزیاتی تحقیق (۲) تاریخی تحقیق۔لسانیات میں بھی یہی دو قسمیں اہم ہیں، زبانوں کا عہد بہ عہد ارتقاء [1] دیکھنا تاریخی لسانیات ہے اور کسی زبان یا بولی کا ایک دور میں مطالعہ کرنا تجزیاتی تحقیق ہے۔

موضوع سے ہٹ کر تحقیق کی دو قسمیں ہیں (۱) سندی تحقیق (۲) غیر سندی تحقیق۔سندی تحقیق وہ ہے جو یونیورسٹیوں میں ڈگری کے حصول کے لئے کی جاتی ہے، اور غیر سندی تحقیق ڈگری کے حصول کے

لئے نہیں کی جاتی ہے، اسے عام طور پر ڈگری یافتہ اساتذہ یا دوسرے اہل شوق کرتے ہیں۔سندی تحقیق کے لئے تین چیزیں لازم ہوتی ہیں جس کی وجہ سے یہ غیر سندی تحقیق کے مقابلہ میں ناقص ہوتی ہے (۱) اس کی تکمیل کے لئے مدت متعین ہوتی ہے (۲) اس میں نگراں کی ضرورت ہوتی ہے (۳) اس تحقیق کو ممتحن کے سامنے سے گزرنا ہوتا ہے جبکہ غیر سندی تحقیق میں اسکالر بالکل آزاد ہوتا ہے اور اس کے لئے کوئی مدت نہیں ہوتی ہے۔

تنقید کا مفہوم

تنقید کے لغوی معنی ہیں جانچ، پرکھ، تمیز، اور اصطلاحی معنی کسی مسئلہ میں اس انداز سے تحقیق کرنا کہ اس کے قوی یا ضعیف، یا اچھے یا برے پہلو سامنے آجائیں اور قاری پڑھ کر کہے کہ واقعی جانچ، پڑتال کے بعد ایک بات کہی گئی ہے، اصول تحقیق کے مصنف نے ڈاکٹر سید عبداللہ کے حوالے سے تنقید کی یہ تعریف نقل کی ہے۔

کسی موجود مواد کی خوبی یا خرابی، حسن وقبح اور جمال وبدصورتی کے متعلق چھان بین کرنا اور فیصلہ دینا نقاد کا کام ہے (عبدالحمید خاں عباسی، اصول تحقیق ص:۷۷، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۰۲)

تحقیق، تنقید کے درمیاں ربط وتعلق

تحقیق وتنقید کے درمیان مختلف اعتبار سے فرق کیا جاتا ہے چند فرق یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) تحقیق کا مقصد علم میں اضافہ ہے اور تنقید کا مقصد علم سے واقف کرانا ہے۔

(۲) تحقیق میں دریافت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور تنقید میں پرکھ پر ڈاکٹر چندر بھان دونوں کے درمیان فرق کے تعلق سے لکھتے ہیں:

(۱) نقاد اپنی ذاتی پسند تک محدود رہ کر لکھ سکتا ہے محقق ذاتی پسندیدگی سے اوپر اٹھ کر ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔

(۲) نقاد موضوعی رہ کر ہی لکھ سکتا ہے محقق کو معروضی رہنا ضروری ہے

(۳) محقق ایک مسئلہ پیش کرتا ہے اور اس کا ذہنی حل فراہم کرتا ہے نقاد صرف حقیقت کے انکشاف پر قانع ہوسکتا ہے اس کے لئے حل پیش کرنا ضروری نہیں۔

(۴) محقق جملہ حقائق کو جمع کر کے اس کا تجزیہ کرتا ہے، نقاد کو جملہ حقائق پیش نظر رکھنا ضروری نہیں

(۵) نقاد کا کام تشریح وتاویل ہے جبکہ محقق حقائق کی عملی طریقے سے گروہ بندی کرتا ہے۔(ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن)۔

محقق کے اوصاف:

تحقیق کا مقصد حقائق کو منظر عام پر لانا ہے اور یہ پورا کام محقق کو ہی انجام دینا ہوتا ہے اس لئے محقق کو تحقیق کے بنیادی لوازمات اور اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، ان اوصاف کو چند زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اخلاقی اوصاف:

محقق کے اندر اخلاقی طور پر مندرجہ ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے

(۱) سچائی وحق گوئی: ایک محقق کے لئے ضروری ہے کہ حق گوئی کی صفت سے متصف ہو اور روزانہ کی زندگی میں بھی سچائی کو اپنا شعار بنائے۔

(۲) غیر جانبداری: محقق کو غیر متعصب اور غیر جانبدار ہونا چاہئے، تحقیق کے دوران جو حقیقت بھی سامنے آئے اسے منظر عام پر لانا چاہئے چاہے اگر چہ اس کے گروہ، مذہب، جماعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) ضدی اور ہٹ دھرم نہ ہو: تحقیق سے پہلے اس نے جو مفروضہ قائم کیا ہے، تحقیق کے دوران اگر اس کے خلاف دلائل مل جائیں تو اپنا موقف تبدیل کرنے میں اسے کوئی تامل نہ ہو۔

(۴) تحقیق سے دنیوی فائدہ مقصود نہ ہو: تحقیق برائے علم ہونی چاہئے، دنیوی فائدے، عہدے یا منصب کے حصول، یا کسی انعام کی لالچ میں نہیں ہونی چاہئے۔

(۵) تحقیق کی طرف رغبت ہو اور مزاج میں ڈٹ کر محنت کرنے کا جذبہ ہو: تحقیق وہی کامیاب ہوتی ہے جس میں محقق کو موضوع سے خوب دلچسپی ہو اور خوب لگن سے محنت کرنے کا جذبہ ہے۔

(۶) بے صبری اور عجلت نہ ہو: تحقیق ایک مشکل مرحلہ ہے بعض مرتبہ عجلت اور جلد بازی سے تحقیق کا مطلوبہ معیار حاصل نہیں ہو پاتا ہے اس لئے محقق جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۷) معتدل مزاج ہونا چاہئے: ایسا نہ ہو کہ جسے پسند کرے اسے آسمان پر پہونچا دے اور جسے ناپسند کرے اسے زمیں بوس کردے۔

(۸) علم کا غرور نہ ہو: بلکہ طبیعت میں انکساری ہو کسی کی بات دلیل کی بنا پر قوی معلوم ہو تو اسے قبول کرنے میں تامل نہ ہو۔

(۹) اخلاقی جرأت ہو: کسی کے خوف سے حق گوئی سے باز نہ رہے۔

ذہنی اوصاف:

ذہن اور فکر کے اعتبار سے محقق میں درج ذیل اوصاف ہونے چاہئے (۱) مزاج تقلیدی نہ ہو: ہر محقق کو چاہئے کو خود تحقیق کرے وہ کسی کی تقلید نہ کرے، (۲) ضعیف الاعتقاد نہ ہو: توہمات، خرافات سے باہر نکل کر سوچنے کی اس میں صلاحیت ہو (۳) استفہامی مزاج ہو: کسی تحریر کو قبول کرنے سے پہلے اس کا تجزیہ کرے (۴) اس کے مزاج میں سائنس داں کی سی قطعیت ہو (۵) حافظہ اچھا ہو (۶) سکون کے ساتھ ذہن کو کام پر مرکوز کر سکے۔

علمی اوصاف:

(۱) نامعلوم کو معلوم کرنے کا جذبہ ہو (۲) جس زبان میں تحقیق کر رہا ہے اس کے علاوہ دوسری زبان سے بھی واقفیت ہو تا کہ دوسری زبان کے مواد سے بھی استفادہ کر سکے (۳) تاریخ سے گہری واقفیت ہو: تاریخ داں محقق اپنے ماضی سے جڑا ہوتا ہے اور تحقیق میں تاریخ کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے (۴) بعض دوسرے علوم سے بھی واقفیت ہو: مثلاً قرآن پر تحقیق کرنے والے کو علم حدیث سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔

نگراں کے اوصاف:

سندی مقالے میں نگراں کا ہونا ضروری ہے اور نگراں کے اوصاف کا اسکالر کی تحقیق پر اثر پڑتا ہے اس لئے نگران کے اندر بھی وہی اوصاف ہونے چاہئے جو ایک محقق کے اندر ہوتے ہیں اس کے علاوہ نگران میں مزید یہ صفات ہونے چاہئے (۱) نگراں کا مزاج تحقیقی ہو (۲) جس موضوع پر اسکالر سے کام کرائے اس کے بارے بہت کچھ جانتا ہو (۳) تدریس وتصنیف کے علاوہ نگراں کے پاس اسکالر کی رہنمائی کے لئے وقت ہو (۴) نگراں میں استادانہ فیاضی ہو (۵) اس کے دل میں اتنی وسعت اور فراخ دلی ہو کہ اسکالر کو اپنے سے اختلاف کی آزادی دے۔

نگران کے فرائض:

نگراں کے چند فرائض یہ ہیں (۱) موضوع کی تلاش میں امیدوار کی رہبری کرنا (۲) موضوع کا خاکہ بنا کر دینا یا خاکہ بنانے میں مدد کرنا (۳) ابتدائی کتابیات اور ماخذ کی طرف رہنمائی کرنا (۴) ایک بزرگ دوست کی طرح اسکالر کے تحقیقی سفر میں ساتھ چلنا (۵) مقالے کے مختلف ابواب کے پہلے مسودے کو سرسری طور پر پڑھنا اور اس کی اصلاح وترقی کے مشورے دینا۔

تحقیقی مقالہ:

تحقیقی مقالہ کی دو قسمیں کی جاتی ہیں (۱) مختصر مضمون جو کسی مجموعہ مضامین یا کسی یادگاری مجلّہ کے لئے لکھا جائے (۲) طویل مقالے جس کی مزید دو قسمیں کی جاتی ہیں: (الف) متوسط حجم جو تقریباً سو ڈیڑھ سو صفحات کے ہوتے ہیں، (ب) طویل حجم کے مقالے جو کئی سو صفحات کے ہو سکتے ہیں، ایم فل کے مقالے متوسط حجم کے ہوتے ہیں اور پی ایچ ڈی کے مقالے طویل حجم کے ہوتے ہیں جو ساڑھے تین سو سے سات سو صفحات کے ہو سکتے ہیں پی ایچ ڈی کے مقالے کی مدت دو سال اور زیادہ سے زیادہ پانچ مقرر رہوتی ہے، اگر کوئی تحقیق مکمل نہیں ہوتی ہے تو اس کے ذمہ دار تین اشخاص وعوامل ہوتے ہیں (۱) طالب علم کی کوتاہی (۲) نگراں کی کم التفاتی (۳) موضوع کا غیر مناسب ہونا، تحقیقی مقالے کی تعریف مولانا کلب عابد نے یہ کی ہے:

زیر بحث مسئلہ کے متعلق ریسرچ اسکالر کی سعی وکوشش کے وہ مدونہ نتائج جس کو تمام مالہ اور ماعلیہ اسناد و دلیلوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہو (مولانا کلب عابد، عماد التحقیق، ص:۷۱، بحوالہ تحقیق کا فن مصنفہ ڈاکٹر گیان)

تحقیق کی منزلیں:

ایک ریسرچ اسکالر کو تحقیق کے دوران کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ مختلف مصنفین نے تفصیل سے اس کا تذکرہ کیا ہے ذیل میں اختصار کے ساتھ ان مرحلوں کا ترتیب وار تذکرہ کیا جاتا ہے، (۱) اسکالر کے لئے ضروری ہے کہ اچھا اور مناسب موضوع کا انتخاب کرے (۲) مآخذ اور کتابیات کی ابتدائی فہرست بنانا (۳) خاکہ یعنی فہرست ابواب کا نقش اول بنانا (۴) مواد کی فراہمی (۵) پڑھنا اور نوٹ لینا (۶) نوٹوں کو پرکھنا اور مرتب کرنا (۷) پہلا مسودہ لکھنا اور اس کے ساتھ حسب ضرورت خاکہ میں ترمیم

کرنا (۸) مسودے پر نظر ثانی کر کے اس تبیض (۹) اگر سندی مقالہ ہے تو اس کی کئی کاپی کرا کر داخل کرنا (۱۰) موافق فیصلے کی صورت میں زبانی امتحان دینا (۱۱) مقالے کو شائع کرانا۔

تحقیقی مقالے اجزاء:

تحقیقی عمل کے بعد جب اسکالر اپنے مقالے کو ترتیب دے گا تو اسے مقالے کے اجزاء پر بھی غور کرنا چاہیئے، اصول تحقیق پر جن حضرات نے کتابیں لکھیں ہیں انہوں نے تحقیقی مقالے کے اجزاء کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ کہ مقالے کو ان اجزاء پر مشتمل ہونا چاہیئے، بعض حضرات نے اسے تین حصے پر ترتیب دیا ہے (۱) پہلا حصہ: اس میں سرورق ہوتا ہے اس کے بعد اندرونی صفحہ ہوتا ہے جسے کاپی رائٹ صفحہ کہتے ہیں جس میں ناشر اور ایڈیشن وغیرہ کی تفصیل ہوتی ہے، اس کے بعد انتساب ہوتا ہے اور یہ اختیاری ہوتا ہے اس کے بعد فہرست مضامین اور فہرست تصاویر دی جاتی ہے اس حصے کے بعد دیباچہ، اظہار تشکر اور اگر کسی دوسرے صاحب کا مقدمہ ہو تو اسے ذکر کیا جاتا ہے (۲) دوسرا حصہ: اس میں موضوع کا تعارف، مختلف ابواب اور نتائج ہوتے ہیں (۳) تیسرا حصہ: اس میں فہرست معاون کتب یعنی کتابیات حواشی اور اشاریے درج کی جاتیں ہیں۔

موضوع:

تحقیق میں سب سے اہم منزل اور مرکزی نقطہ موضوع کے انتخاب کا ہے، نئے اسکالر کو انتخاب موضوع میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ موضوع کے سلسلے میں تین باتیں اہم ہیں (الف) موضوع کیسا ہونا چاہیئے (ب) موضوع کیسا نہیں ہونا چاہیئے (ج) موضوع کس طرح تلاش کیا جائے مختصراً تینوں کی وضاحت کی جاتی ہے۔

موضوع کیسا ہونا چاہیئے:

(۱) موضوع ایسا ہونا چاہیئے جس سے اسکالر کو دلچسپی ہو، سندی تحقیق میں بعض مرتبہ اسکالر کو صدر شعبہ یا نگراں سے مفاہمت کرتی پڑتی ہے، اور اس موضوع پر کام کرنا پڑتا ہے جس سے اسکالر کو مناسبت نہیں ہے، اور تحقیق نامکمل رہ جاتی ہے، اس لئے ضروری ہے اسکالر کے مزاج کی مکمل رعایت کی جائے (۲) موضوع ایسا ہو جس پر پہلے کام نہ ہوا ہو (۳) موضوع ایسا ہو جس پر تحقیق کی جا سکے (۴) موضوع

ایسا ہو جس پر اس علم میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہو سکے، اگر کوئی ایسے موضوع پر تحقیق کرے جس میں صرف موجودہ مواد کو ترتیب دے تو اس تحقیق سے کیا فائدہ؟ (۴) موضوع ایسا ہو کہ اشاعت کے بعد قارئین کو اس میں دلچسپی ہو (۵) موضوع ایسا لیا جائے جس کو سر کرنے کی اسکالر میں صلاحیت ہو (۶) سندی تحقیق کے لئے ایسا موضوع لینا چاہئے جس پر کافی مواد مل سکے۔

کن موضوعات کا انتخاب نہیں کرنا چاہئے:

(۱) موضوع خالص تنقیدی نہ ہو، خالص تنقیدی موضوع تحقیق کے لئے غیر مناسب ہے (۲) موضوع بہت زیادہ وسیع نہ ہو، ورنہ موضوع کا حق ادا نہیں ہو سکے گا (۳) ایسا موضوع نہ ہو جس کا پورا مواد کسی ایک کتاب میں مل جائے (۴) ایسا موضوع نہ ہو جس پر آپ پہلے کام کر چکے ہیں (۵) موضوع بہت تنگ نہ ہو کہ اس پر مواد ہی نہ ملے (۶) ایسے موضوع یا شخصیات کا انتخاب مت کیجئے جس پر آزادی سے تحقیق نہ کر سکیں (۷) کسی زندہ شخصیت کو تحقیق کا موضوع بنانا ان سے فائدے کی امید پر نامناسب ہے (۸) نئے مسائل کو بھی تحقیق کا موضوع بنانا بہتر نہیں ہے اس لئے اس پر زیادہ مواد رسالوں میں ہی مل سکتا ہے کتابوں میں نہیں (۹) ایسے موضوع کا بھی انتخاب نہیں کرنا چاہئے جس کے بارے میں امید ہو کہ بعد میں دلچسپی برقرار نہیں رہے گی (۱۰) مناظراتی موضوع بھی مناسب نہیں ہے (۱۱) ایسا موضوع بھی غیر مناسب ہے جس سے شدید جذباتی لگاؤ یا عناد ہو (۱۲) اگر موضوع سے متعلق مواد کسی دوسری زبان میں ہو اور اسکالر کو اس زبان سے واقفیت نہ ہو تو اس موضوع کا انتخاب نہیں کرنا چاہئے (۱۳) موضوع کے مواد تک پہونچنے کے مادی وسائل نہ تو ایسے موضوع انتخاب نہیں کرنا چاہئے (۱۴) جس موضوع کی تسوید میں فحاشی، عریانی، اور جنسی تصاویر دینے کی ضرورت ہو ایسے موضوع سے احتراز کرنا چاہئے (۱۵) ایسا موضوع نہیں ہونا چاہئے جس میں کام صرف تذکرے کے انداز کا ہو مثلاً کسی فرقے یا علاقے کے افراد کی خدمات کا جائزہ (۱۶) ایسا موضوع نہیں ہونا چاہئے جسے تکمیل کے بعد شائع کریں تو ہماری دریافت بالکل غیر اہم معلوم ہو۔

موضوع کی تلاش

ایک نیا اسکالر موضوع منتخب نہیں کر سکتا ہے، اسے یہ شعور نہیں ہوتا ہے کہ کون سا موضوع پی ایچ ڈی

کے معیار کا ہے اور کون نہیں ہے، سندی تحقیق میں عام طور پر نگران اور صدر شعبہ کی موافقت کے بعد ہی موضوع متعین ہوتا ہے، بعض مرتبہ اسکالر کے مزاج کے خلاف بھی موضوع منتخب ہو جاتا ہے اور وہ تحقیق یا تو تکمیل کو نہیں پہونچتی یا اپنا معیار برقرار نہیں رکھ پاتی، اس لئے انتخاب موضوع کے وقت اسکالر کے مزاج کی رعایت بہت ضروری ہے بعض یونیورسٹیوں میں انتخاب موضوع کا یہ طریقہ ہے کہ اسکالر، تمام اساتذہ اور صدر شعبہ ایک ساتھ بیٹھتے ہیں اور طویل تبادلہ خیال کے بعد موضوع اور نگراں کا ایک ساتھ انتخاب کر دیا جاتا ہے، ایک انگریزی مصنف راتھ نے انتخاب موضوع کا یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ پہلے ایک وسیع میدان لیجئے پھر اس کے بعد اس کی تحدید کرتے جائے اس سلسلے میں پانچ ک، (انگریزی میں حرف W) بہت اہم ہوتے ہیں، کون، کیا، کب، کہاں، کیوں۔ پہلے ایک وسیع میدان لیجئے اس کے بعد ان حروف استفہام کے ذریعہ زمانی مکانی اور موضوعاتی تحدید کرتے چلے جایئے، فرض کیجئے کسی کی تحقیق کا وسیع میدان ناول ہے تو تحقیق کار اسے یوں محدود کر سکتا ہے

ناول: کون، کیا، کب، کہاں، کیوں؟

یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے موضوع کا انتخاب کیا جائے جس پر مواد آسانی سے مل سکتا ہو۔

خاکہ:

تحقیقی مقالہ کے لئے خاکہ بنیادی ضرورت ہے، بغیر خاکہ تیار کئے متعین سمت میں ترتیب دینا ایک مشکل کام ہے، خاکہ انگریزی میں synopsis کا ترجمہ ہے، اس کے لغوی معنی ہیں ایک ساتھ نظر ڈالنا، انگریزی مصنف اے جے راتھ نے خاکہ کا مفہوم بیان کیا ہے کہ خاکہ مختلف تصورات کی تقسیم، ترتیب اور باہمی رشتے کا نام ہے، کتاب میں ہی نہیں زندگی کے تمام کے شعبے میں کام سے پہلے جو منصوبہ تیار کیا جاتا ہے وہی اس کا خاکہ ہے جس طرح مکان بنانے سے پہلے کاغذ پر اس کا نقشہ بنانا ضروری ہے اسی طرح تحقیقی مقالہ لکھنے سے پہلے خاکہ بنانا ضروری ہے، مطالعہ کے پہلے خاکہ لکھنا چاہئے یا مطالعہ کے بعد اس سلسلے میں دو رائے ہیں ایک رائے ہے مطالعہ سے پہلے خاکہ مرتب کرنا چاہئے لیکن اس کے لئے دو صلاحیتیں درکار ہیں، اول یہ کہ علمی استحضار اتنا ہو کہ پہلے ہی مواد اور مآخذ کا اندازہ ہو جائے دوسرے یہ کہ ذہنی اور فکری صلاحیت اتنی پختہ ہو کہ مواد کو دیکھنے سے پہلے ہی اسے ذہنی ترتیب کر سکے، بعض حضرات کی رائے یہ کہ خاکہ بنانا مقالہ کی تیاری کی طرح ایک مسلسل عمل ہے مطالعہ شروع کرنے پہلے ذہن میں اس کے بارے میں کوئی تصور ہونا چاہئے اور اگر نہیں ہے پہلے اپنے تخیل پر زور

دے کر کوئی نہ کوئی شکل متعین کرنی چاہئے اس کے بعد مواد اکھٹا کر کے مطالعہ شروع کرنا چاہئے اور اسے ترتیب دینا چاہئے ،صحیح خاکہ ترتیب دینا بہت مشکل کام ہے بڑے بڑے مصنفین بھی اس جگہ فنی غلطی کر جاتے ہیں، خاکہ ترتیب دینے کیلئے کوئی متین اصول نہیں ہے کبھی موضوع وار اور کبھی زمانی ترتیب اور صنف کی ترتیب پر خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے، خاکہ میں کن امور کا عموماً تذکرہ کیا جاتا ہے اس حوالے عبدالحمید خاں عباسی لکھتے ہیں:

''عموماً درج امور بیان کرنے ہوتے ہیں (۱) موضوع کو اختیار کرنے کے اسباب و محرکات (۲) متعلقہ مواد کے مطالعہ کے بعد نتائج کا بیان اس میں طالب علم کو ثابت کرنا ہوتا ہے کہ موضوع پر پہلے کام کی نوعیت کیا تھی اور اب وہ خود کیا کرے گا (۳) موضوع کی اہمیت (۴) مقالہ کی تکمیل کے بعد علمی و تحقیقی دنیا میں اس کی افادیت (۵) مقالہ کی ترتیب و تالیف کا اسلوب۔

(عبدالحمید خاں عباسی، اصول تحقیق ص:۱۰۵ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۰۲)

مواد کی فراہمی:

مقالہ ترتیب دے نے کے لئے مواد کی فراہمی کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے بغیر مواد کے مقالہ کے ترتیب دینے کا تصور محال ہے اس لئے مقالہ نگار کو مواد کے حصول کے ذرائع کا معلوم ہونا ضروری ہے، دو مختلف بنیادوں پر مواد کی دو قسم کی جاتی ہے (۱) اولین primary اور ثانوی (۲) داخلی اور خارجی ،ایک ادیب کے سلسلے میں زیر تحقیق ادیب کی جملہ تحقیقات اولین مواد ہے اور بقیہ ثانوی مواد ہے۔اسی طرح مصنف کی نگارشات کے مشمولات داخلی مواد ہیں بقیہ سب خارجی مواد ہے، ماخذی مواد کو ذیل کی قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے (۱) کتابیں جس کی دو قسمیں ہیں (الف) مطبوعہ (ب) مخطوطہ ،(۲) جریدے اس میں رسالوں کے علاوہ اخبارات بھی شامل ہیں (۳) دوسرے کاغذات جیسے کسی مصنف کے منتشر کاغذات ،خطوط ،تاریخی دستاویزیں (۴) بصری مواد مثلاً فلم ،ٹیلی ویزن وغیرہ جیسے غالب پر فلم (۵) مائکرو فلم ،جس میں زراکس اور دوسرے عکس آتے ہیں (۶) سمعی مواد، جیسے ریکارڈ ،کیسٹ ،تقریریں (۷) ملاقات (۹) مراسلت کے ذریعہ استفسار۔سوال نامے ،ان میں ۵۶ فیصدی مواد کتابوں سے اور ۳۰ فیصدی رسالوں سے اور ۵ فیصدی دوسرے مآخذ سے حاصل ہوتا ہے، اپنے موضوع سے متعلق جن سینئر محققین سے کسی جان کاری کی توقع ہے ان سے رابطہ کرنا مواد کی فراہمی میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

مطالعہ اور نوٹ لینا:

تحقیقی مقالہ ترتیب دینے کے لئے بہت زیادہ مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس مطالعہ سے بھر

پور فائدہ اٹھانے کے لئے نوٹ لینا بہت مفید ثابت ہوتا ہے، مطالعہ اور نوٹ لینے کے لئے کچھ اصول ہیں اس لئے کہ لائبریریوں میں کتابوں کے ازدحام کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی عمر نوح بھی لے کر آئے تو نا کافی ہوگا، اس لئے ہر تحقیق کار کے اندر اتنی صلاحیت ہونی چاہئے کہ کتابوں کی فہرست اور کتابوں کی الماری دیکھ کر اپنی ضرورت کی کتابوں کو فورا پہچان لے اور بڑی سرعت سے یہ فیصلہ کرلے کہ اس میں ہمارے کام کا کچھ مواد ہے یا نہیں، اسکالر کو کتابوں کو بڑی تیزی سے پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے، اگر کسی موضوع پر کام نہیں ہوا ہے تو زیادہ امید یہ کہ اس کے متعلق مواد مختلف کتابوں میں تھوڑا تھوڑا بکھرا ہوا ہوگا، ایک کامیاب اسکالر کے لئے اپنے موضوع کی مفید کتابوں اور ان میں بھی اپنے کام کی عبارت کو محفوظ کرنا اور نوٹ لینا بہت ضروری ہے، نوٹ لیتے وقت یہ خیال بھی بہت ضروری ہے آپ ایک نیا مقالہ اور نئی کتاب لکھ رہے ہیں، پہلے سے موجود کتاب کی تلخیص نہیں کر رہے ہیں آپ کو اپنی طرف سے کچھ لکھنا ہے اور اس طرح کہ نیا معلوم ہو، کہتے ہیں کہ اگر آپ نے نو کتابیں پڑھ لی تو دسویں کتاب ترتیب دے سکتے ہیں؛ لیکن اس میں تحقیق کا رنگ نہیں آسکتا ہے، اس میں تحقیق کی چاشنی محسوس نہیں کی جاسکتی ہے سیمول جانسن کا قول ہے کہ ایک کتاب لکھنے کے لئے آدھی سے زیادہ لائبریری پڑھ ڈالے، اتنے زیادہ ماخذ کو دیکھا جائے تو یقیناً تحقیق میں جان پیدا ہوگی، اسکالر کے لئے ضروری ہے تیزی سے زیادہ سے زیادہ کتابیں دیکھ جائے اور سونگھ کر مواد ڈھونڈ لینے کی مشق کرے، کتابوں میں ابواب کے عنوان سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ کس باب کو دیکھنا چاہئے اور کس کو پورا چھوڑ دینا چاہئے، اسی طرح رسالے کی فہرست مضامین سے اپنے کام کا مضمون اور پھر مضمون سے اپنے کام کے اجزاء [1] تلاش کئے جاسکتے ہیں، مطالعہ کا آغاز کس کتاب سے کیا جائے اس سلسلے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہیں بعض حضرات کی رائے ہے کہ اولین مواد دیکھے جائیں دوسری رائے ہے موضوع پر سب سے اچھی کتاب سے مطالعہ کا آغاز کیا جائے ایک تیسری رائے یہ ہے کہ پہلے نئی تحریروں کو پڑھا جائے یہ پرانی تحریروں سے بے نیاز کردیگی، ایک رائے یہ ہے کہ جس میں سب سے زیادہ مواد ملنے کی امید ہو پہلے اسے پڑھا جائے۔

نوٹ لینا:

جتنا مطالعہ کیا جائے اس میں سے چند مفید اجزاء [1] کا نوٹ تیار کرلینا مفید ہے اس لئے کہ ہر کتاب ہر وقت آپ کے پاس نہیں رہتی ہے اور تمام باتیں حافظہ میں مستحضر نہیں رہتیں ہیں اس لئے نوٹ لینا ضروری ہے، نوٹ کس طرح لینا چاہئے اور کس پر لینا چاہئے اس بارے میں محققین اصول تحقیق نے

جو باتیں ذکر کی ہیں، اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے، (۱) نوٹ کسی موٹے اور عمدہ کاغذ پر لینا چاہئے مجلد کاپی پر نوٹ لینا مفید نہیں ہے (۲) ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک کتاب کا نوٹ ایک کاغذ پر لیا جائے دوسری کتاب کا نوٹ دوسرے کاغذ پر لیا جائے لیکن یہ طریقہ قدیم، دشوار اور غیر مفید ہے بہتر طریقہ یہ ہے ایک مضمون یا ایک نکتے کا نوٹ ایک کاغذ پر لیا جائے اور دوسرے مضمون کا نوٹ دوسرے کاغذ پر لیا جائے (۳) نوٹ صاف ستھرا لکھئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک ہفتہ بعد خود ہی پڑھنا دشوار ہو جائے (۴) ماخذ اور حوالجات کا صحیح اندراج کرنا چاہئے کیوں کہ لائبریری چھوڑنے کے بعد اسی نوٹ پر تکیہ کرنا پڑتا ہے (۵) نوٹ مکمل لینا چاہئے بعض مرتبہ نوٹ لیتے وقت یہ خیال ہوتا ہوتا ہے کہ ہم ضروری نکات لکھ لئے لیکن تسوید کے وقت محسوس ہوتا ہے کہ فلاں نکتہ اور دیکھنا چاہئے (۶) کسی کتاب یا مضمون سے بہت زیادہ نوٹ لینا بہتر نہیں ہے (۷) جیسے جیسے مطالعہ کریں ساتھ ہی نوٹ لیتے جائیں یہ مت سوچئے کہ پورا مضمون پڑھ کر اخیر میں نوٹ لکھ لیں گے (۸) نوٹ میں لفظ بلفظ لکھنا مناسب نہیں نکات کو اپنے الفاظ میں لکھ لینا کافی ہے (۹) حقائق اور رائے میں فرق ہونا چاہئے، حقائق کا نوٹ لینا چاہئے رایوں کو لکھنا ضروری نہیں (۱۰) لفظ بلفظ اقتباس کم صورتوں میں نقل کرنا چاہئے (۱۱) بعض انگریزی مصنفین نے کارڈ اور نوٹ کے پرزوں کی دو قسمیں کی ہیں ماخذی کارڈ اور نوٹ کارڈ، نوٹ کارڈ کا مطلب تو واضح ہے اوپر جس نوٹ کی بات ہو رہی ہے وہی نوٹ کارڈ ہے اور ماخذی کارڈ وہ نوٹ ہے جس میں ابتدائی کتابیات تیار کرتے ہیں، شروع میں لائبریری میں دیکھنے پر جو کتاب یا مضمون کا نام اور مصنف کا نام اور نمبر ایک پرزے پر نقل کر دی جاتی ہے وہ ماخذی کارڈ کہلاتا ہے۔

مواد کا جائزہ:

مطالعہ اور نوٹ لینے کے بعد مقالہ کی تسوید سے پہلے ایک مرتبہ مواد کا جائزہ لینا اور مواد کو پرکھنا ضروری ہے اس لئے کہ ہر لکھی ہوئی بات صحیح نہیں ہوتی ہے، ہر تحقیق سے پہلے کچھ تحقیق موجود ہوتی ہے بعد کے تحقیق کار لئے پہلے سے موجود تحقیق یعنی پہلے سے موجود مواد کو پرکھنا اور چھانٹنا ہوتا ہے مواد کی فراہمی اور مواد کی تسوید کے درمیان کا مرحلہ ہے مواد کا جانچنا اور پرکھنا، یہی تحقیق کی شہ رگ ہے، ماضی کے مواد کی صحت کے لئے یہ دیکھنا پڑتا ہے لکھنے والا اور بیان کرنے والا کون ہے، انگریزی کے ایک مصنف نے مواد کے جائزے اور معتبر ماخذ کے کچھ اصول بتائے ہیں (۱) جس ماخذ میں سب سے زیادہ

مواد ملے وہ زیادہ بہتر ہے (۲) جو مواد کئی کتابوں میں ملتا ہے وہ اہم ہے (۳) جو مصنف آپ کے موضوع کا ماہر ہے اس کی بات زیادہ معتبر ہے (۴) کتاب کے اسلوب سے بھی کتاب کے معیار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے (۵) معاصرین میں بھی غیر جانبداری کا امکان ہوتا ہے اس لئے کہ ہر مصنف اہل خانہ، رشتہ دار، دوست، شاگرد، عقیدت مند چھوڑ کر مرتے ہیں اس لئے وہ لوگ ان کے بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لے سکتے ہیں، چشم دید گواہوں کے بیانات پر بھی آنکھ موند کر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ہے وہ مشاہدے کی کمی، یا کسی جذبے یا کسی مقصد کے تحت غلط بیانی کر سکتے ہیں۔(۶) ماضی کے اہل قلم کو کتابوں اور ان کے مصنفوں کے ناموں کے بارے میں التباس اور اشتباہ ہوسکتا ہے ایک محقق کو اس کا خیال رکھنا چاہئے (۷) اگر کسی ماضی کے بڑے مصنف کی کوئی نئی کتاب یا ان کی زندگی کی کوئی تحریر تلاش کر کے منظر عام پر لائی گئی تو اسے پورے شک کے ساتھ جانچنے کی ضرورت ہے۔

مقالے کی تسوید:

مطالعہ، نوٹ، مواد کے جانچ کے بعد مقالے کی تسوید کا مرحلہ آتا ہے، اور یہ چیزیں درحقیقت مقالے کی تیاری کے زینے ہیں اصل مقصد مقالہ ترتیب دینا ہے، اس آخری عمل کی دو منزلیں ہیں (۱) تسوید: مقالے کا پہلا مسودہ تیار کرنا (۲) تبییض: پہلے مسودے کو ضروری اصلاح وترمیم کے ساتھ صاف نقل کرنا اس نقل کو مبیضہ کہتے ہیں، مطالعہ کرنے اور نوٹ تیار کر لینے بعد ذہن میں مقالہ کی تسوید کے لئے آمادگی ہوجاتی ہے؛ لیکن پہلا پیرا گراف لکھنا بہت مشکل ہوتا ہے انگریزی کے ایک مضمون نگار نے لکھا ہے دنیا کا سب مشکل کام پہلا پیرا گراف لکھنا ہے، ڈاکٹر جمیل جالبی، گیان چند، لنڈا، واٹسن وغیرہ نے مقالہ کی تسوید کے چند اصول ذکر کئے ہیں اختصارا نمبروار ان ہدایات کو ذکر کیا جاتا ہے، (۱) مقالہ کی تسوید سے پہلے ضروری ہے کہ آپ نے اپنے موضوع کے بارے پوری واقفیت حاصل کر لی ہو (۲) آپ نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے حوالے جمع اور مرتب کر لئے ہوں (۳) آپ اس موضوع میں اس قدر منہمک ہوگئے ہوں کے اس کے اظہار کے لئے آپ کے اندر بے چینی پیدا ہو رہی ہو (۴) آپ ایک چیز لکھ رہے ہوں تو اس عرصے میں کوئی دوسری چیز نہ لکھیں؛ بلکہ اسی کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، سونا، اسی کے ساتھ زندگی بسر کریں (۵) مقالہ لکھنے کا وقت اور مقام متعین کریں اور اہتمام کے ساتھ کے اس وقت میں اس جگہ پر وہ کام کریں (۶) اگر لکھنے کا بہاؤ کم ہوجائے تو جو کچھ لکھا ہے اس کو از سر نو پڑھیں تو

دوبارہ انشراح ہو جائے گا اور طبیعت کھل جائے گی (۷) ایک نشست ختم کرنے سے پہلے کچھ خیالات قلم بند کر لیجئے تا کہ اگلی نشست میں کام کرنا آسان ہو (۸) حقائق سادہ اور عام فہم اسلوب میں ذکر کیجئے عبارت آرائی سے گریز کیجئے اور بے جا ایجاز و اختصار بھی اچھی چیز نہیں ہے (۹) اقتباسات اور مقولے مختصر ہوں (۱۰) آپ کو خواہ اپنی تحریر پر شک ہو لیکن اس اظہار مت ہونے دیجئے۔

اخلاقیات تحقیق:

تحقیق دیانت داری کا عمل ہے، اس کا ایک اخلاقی پہلو بھی ہے جو خاص طور پر تسوید میں سامنے آتا ہے، اس سلسلے میں چند باتیں قابل ذکر ہیں (۱) اعتراف: جو اہم بات جس کتاب یا مضمون سے ملے اس کا اعتراف کرنا چاہئے (۲) جو معلومات کسی سے زبانی گفتگو میں ملی ہو انہیں اس شخص کے شکریے کے درج کیجئے (۳) کسی سے معلومات کے علاوہ کسی دوسری قسم کی مدد لی ہو تو اس کا بھی اعتراف کیجئے (۴) اپنے فرقے یا گروہ کی بے جا حمایت محقق کی شخصیت کو مجروح کر دیتی ہے (۵) تحقیق کے دوران اگر اپنے گروہ یا فرقے کے خلاف کوئی بات ملے تو اسے چھپانا دیانت کے خلاف ہے (۶) جو کتاب آپ نے دیکھی نہیں؛ بلکہ کسی اور ماخذ کے ذریعہ آپ کو اس کے بارے میں علم ہوا تو آپ اسی ماخذ کا حوالہ دیجئے اصل کتاب کا نہیں، (۷) اپنی غلطی یا کوتاہی کے اعتراف سے انسان چھوٹا نہیں ہوتا اس لئے غلطی کے اعتراف میں تامل نہیں ہونا چاہئے (۸) کسی سے بازی مارنے کے لئے تحقیق میں عجلت کرنا۔ تحقیق کے ساتھ آنکھ مچولی کا کھیل ہے۔

زبان و بیان کی درستگی:

مسودہ تیار کرنے کے بعد سب سے اہم مرحلہ زبان و بیان کی درستگی کا ہے، مسودہ تیار کرتے وقت اسکالر اپنی رائے کو بلا کم و کاست کے نقل کر دیتا ہے، لیکن زبان و بیان کی درستگی کا خیال نہیں کر پاتا ہے، مقالہ ترتیب دیتے وقت اسکالر کو چند باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اور پھر نظر ثانی کرتے وقت بھی چند امور کی طرف توجہ دینی چاہئے (۱) تحقیقی تحریر میں محقق کو اپنی رائے صاف لفظوں میں تحریر کرنا چاہئے، ادبی لفاظی کے بنا پر بعض مرتبہ ان الفاظ سے وہ مفہوم ادا نہیں ہو پاتا جو اسکالر کہنا چاہتا ہے یا قاری کو اس مفہوم کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے (۲) زبان کی صحت اور الفاظ کی قطعیت پر خصوصی توجہ ہونی چاہئے بالخصوص کتابوں کے ناموں کی صحت کا خیال رکھنا چاہئے (۳) مخففات کا استعمال وہیں مناسب ہے

جہاں آسانی سے قاری کا ذہن اس کی طرف منتقل ہو سکے مثلا مقالات شیرانی کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہو تو اسی صفحہ میں صرف مقالات یا صرف شیرانی لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ،(۴) کسی بھی علاقے یا زمانے یا ما حول ماحول میں جو مخصوص الفاظ رائج ہو جاتے ہیں ایسے اصطلاحی الفاظ کا استعمال تحقیق میں غیر مناسب ہے، اس لئے کہ آج جو لفظ بطور فیشن رائج ہے کل وہ متروک ہو سکتا ہے، (۵) تحقیق کی زبان کا اسلوب سادہ اور سہل ہونا چاہئے اور مبالغہ آمیزی سے گریز کرنا چاہئے۔

نظر ثانی:

تحقیقی مقالہ کا آخری مرحلہ نظر ثانی کا ہے اور یہ بہت ضروری ہے اس لئے کہ نظر ثانی کے ذریعہ تحقیق کار کو اپنی تحقیق کے دوبارہ جائزہ کا موقع ملتا ہے اور بعض مرتبہ غلطی کا احساس بھی ہوتا ہے، نظر ثانی میں کئی پہلوؤں پر توجہ دی جاتی ہے (۱) حذف واضافہ: مسودے کی تکمیل کے بعد جب دوبارہ دیکھا جاتا ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسودے کے کچھ حصے حذف کردیے جائیں اور کچھ حصے کا اضافہ کردیا جائے (۲) ترتیب نو: حذف واضافہ کے ساتھ ساتھ نظر ثانی کی وجہ سے ترتیب نو قائم ہو جاتی ہے ترتیب میں اس بات کا خیال ہونا چاہئے کہ ایک باب دوسرے باب سے اور ایک ذیلی جز دوسری ذیلی جز سے زنجیر کی کڑیوں کی طرح منسلک ہو اور نظر ثانی میں اس کا اہتمام کیا جا سکتا ہے، (۳) بہتر زبان: نظر ثانی میں آخری کام جملوں کی ساخت کو بہتر بنانے اور زبان کو سنوارنے کا ہوتا ہے پہلی تسوید میں ساری توجہ خیالات کو کاغذ کے پرزوں پر منتقل کرنے پر ہوتی ہے نظر ثانی میں زبان اور اسلوب کو بہتر بنایا جاتا ہے۔

رموز اوقاف:

تحقیقی تحریروں میں رموز اوقاف کی رعایت بہت ضروری ہے، اس سے قاری کو پڑھنے میں سہولت ہوتی ہے، رموز اوقاف کا مفصل بیان دو جگہ ملتا ہے، سرسید کا رسالہ علامات قر؟ت اور مولوی عبدالحق کی قواعد اردو میں ایک باب رموز اوقاف کا ہے یہاں پر چند رموز اوقاف اور اس کے محل کا تذکرہ مختصرا کیا جاتا ہے۔

فل اسٹاف: انگریزی میں نقطہ کی شکل میں ہوتا ہے، اور اردو ڈیش کی شکل میں لکھا جاتا ہے (۔) یہ جملے کے آخر میں ہوتی ہے نیز عنوانات، فہرست، حوالوں اور کتابیات کے اندراج کے ختم ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔

کاما (،): ضمہ سے الٹا لکھا جاتا ہے، اس سے فقروں کو الگ کرنے کا کام لیا جاتا ہے، اگر ایک شئی کی انواع کا بیان ہو تو آخری نوع سے پہلے اور لگاتے ہیں اور باقی کو اسی کاما سے جدا کرتے ہیں مثلا نثر

کی چار قسمیں ہیں سلیس سادہ، سلیس رنگین، دقیق سادہ اور دقیق رنگین۔

کولن (:) اردو میں اس کا استعمال ذیل کے موقعوں پر ہوتا ہے۔(۱) اقتباس دینے سے پہلے تعارفی جملوں کے اخیر میں مثلاً ارسطو کا قول ہے: انسان تعقل پسند حیوان ہے۔(۲) کسی مصنف کے نام کے بعد کولن لگا کر اس کے تصنیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے مثلاً رشید احمد خاں: ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ (۳) اس بات کو بتانے کے لئے کہ بعد کی عبارت ماقبل کی تشریح یا تفصیل ہے۔

علامات استفہام (؟): انگریزی کے برعکس اردو میں دائیں طرف سے لکھی جاتی ہے۔اس کے ذریعہ کوئی سوال مقصود ہوتا ہے یا اپنے شک کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

فجائیہ یا ندائیہ (!) اردو میں اس کا استعمال ندا کے طور پر ہوتا ہے مثلاً دل ناداں! تجھے ہوا کیا ہے۔

قوسین یا چھوٹا بریکٹ ( ) قوسین میں اس لفظ لکھا جاتا ہے جو جملوں کے بیچ میں جملہ معترضہ کے طور آجاتا ہے۔اس کا دوسرا استعمال متن میں حوالہ درج کرنے کے وقت ہوتا ہے۔

واوین: ("") اس کا استعمال دو موقعوں پر کیا جاتا ہے (الف) اقتباس یا قول نقل کرتے وقت (ب) کسی جملے میں کسی لفظ یا فقرے کو نمایاں کرنے کے لئے۔

اکہرے واوین ('') اگر کوئی اقتباس دوہرے واوین میں بند ہو اور اس بیچ میں کوئی مقولہ دینا ہو تو اسے اکہرے واوین میں دیا جاتا ہے جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے 249249 خدا نے 249 کن، کہا اور دنیا پیدا ہوگئی۔یہ چند رموز اوقاف اور اس کے مختصر مواقع استعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی رموز اوقاف اور دیگر علامات ہیں جس کا مطالعہ اسکالر کے لئے مفید ہے۔

خلاصہ:

تحقیقی مقالہ کے تعارف اور طریقہ کار کے سلسلے میں یہ چند ابتدائی اور ضروری باتیں ہیں جس کا ہر تحقیق کار کو اہتمام کرنا چاہئے اور ان امور کی رعایت کی بنا پر تحقیق میں پختگی اور اس کے معیار میں بلندی پیدا ہوگی۔



التماس

مجلّہ افکار قاسمی کے معزز قارئین کرام!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے ''مجلّہ افکار قاسمی'' جو معروف علمی دینی اور صالح عقیدہ کی بنیاد پر قائم ہندوستان کے اولین اردو فورم ''الغزالی'' کا فکر انگیز ترجمان ہے۔

اس مجلّہ میں مسلمانان عالم کی صرف مثبت، غیر اختلافی و غیر نزاعی تحریریں ہی شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔

کسی بھی ملک کی سیاسی یا سماجی نکیر یا تنقید والے مضامین بھی قابل قبول نہیں ہوتے۔

کیونکہ

''افکار قاسمی'' کا مقصد صرف اور صرف دین کی صحیح تعلیمات سادگی کے ساتھ قارئین کرام تک پہنچانا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں آپ کے مثبت مقالات و مضامین کا شدت سے انتظار ہے۔

ازراہ کرم اپنے مضامین اردو انپیج میں ٹائپ کر کے ای میل کریں تاکہ غلطیوں سے پاک رہ کر اشاعت پذیر ہو سکے۔

nasirmazahiri@gmail.com